



احیاء اللہ اور امن عالم کا داعی کثیر الشفا میگزین

منہاج القرآن  
ماہنامہ  
للہو

جولائی 2013ء

تعلیمات تصوف اور اصلاح احوال

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی تربیتی خطاب

اسلام میں روزہ کا تصور اور مقاصد

تسکینِ دل سرورِ کونین

عصرِ حاضر اور مقاصدِ اعتکاف

حسین سماعی  
آداب اور تقاضے

- ۱۔ حمد باری تعالیٰ و نعت رسول مقبول ﷺ
- ۲۔ ادارہ: وہ خواب سارے سارے سارے  
چیف ایڈیٹر
- ۳۔ (القرآن) تعلیمات تصوف اور اصلاح احوال  
ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۴۔ (الحديث) اسلام میں روزے کا تصور اور مقاصد  
ڈاکٹر علی اکبر الازہری
- ۵۔ (الفقه) زکوٰۃ کی اہمیت و مقاصد  
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
- ۶۔ عصر حاضر اور مقاصد اعتکاف  
از افادات: شیخ الاسلام
- ۷۔ تسکین دل سرور کونین ﷺ  
منیر احمد ملک
- ۸۔ روزہ: جسم انسانی پر اثرات  
روزہ: جسم انسانی پر اثرات
- ۹۔ حُسنِ سماعت: آداب و تقاضے  
شفاقت علی شیخ
- ۱۰۔ اعتکاف: ہدایات 2013ء

## حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

مرے خدا، کبھی سوکھے نہ مرے نطق کی جھیل  
زمین تشنہ پہ جاری ہو پانیوں کی سبیل  
ازل سے پہلے بھی تُو ہے، ابد کے بعد بھی تُو  
تری ہی ذاتِ مکرم ہے ہر کسی کی کفیل

تُو لا شریک ہے، تنہا ہے اور یکتا ہے  
نہ تیرا ہمسر و ثانی نہ کوئی تیری مثل

کہیں سے بھیج دے میرے خدا، ابا بیلین  
کہ بڑھ رہے ہیں نئے ابرہہ کے لاکھوں فیل

پکھل رہے ہیں حرارت سے قیدیوں کے دماغ  
تُو دے گا وقت کے فرعون کو کہاں تک ڈھیل

قیامِ حشر تک سانس کس طرح لیں ہم  
زمین پہ رہ گئی باقی جو وہ ہوا ہے قلیل

یہ میرے ہاتھ میں زنجیرِ عدل کی ہے، مگر  
مرے خدا، مرا قاتل بنا ہوا ہے وکیل

ریاض، خود تو وہ میری ہے شاہِ رگ سے قریب  
خدا کا پہلا وہ گھر دور ہے ہزاروں میل

(ریاض حسین چودھری)

## نعت بحضور سرورِ کونین ﷺ

جو ہو صدقِ طلب سلطانِ بحر و بر سے ملتا ہے  
سکونِ دل، قرارِ جاں نبی کے در سے ملتا ہے  
مدینہ میں ہے جلوہ گرِ مدینہ علم و حکمت کا  
نشانِ جاوہِ بخشش اسی رہبر سے ملتا ہے  
خدا کی دوستی مشروط ہے ان کی اطاعت سے  
پتا اللہ کا بس مصطفیٰ کے گھر سے ملتا ہے  
نوازا ہے خدا نے سب رسولوں کو فضائل سے  
کسی کا مرتبہ بھی میرے پیغمبر سے ملتا ہے؟  
شہادتِ سورۃ احزاب میں ہے اس عقیدے کی  
قرارِ زندگانی لطفِ پیغمبر سے ملتا ہے  
نہیں ہے کامِ توصیفِ نبی میں زورِ بازو کا  
یہ توشہ بس عطائے خالقِ اکبر سے ملتا ہے  
قلمِ سجدہ کناں رہتا ہے جو محرابِ مدحت میں  
اسے فیضِ ثنا جبریل کے شہپر سے ملتا ہے  
خذفِ ریزے ہوئے تسبیحِ خواں ان کی توجہ سے  
جواب اس ڈھنگ سے سرکار کو کنکر سے ملتا ہے  
تصور میں تیرے بھی ہم نشین شاید ہیں وہ گلیاں  
تری آنکھوں کا نقشہ میری چشمِ تر سے ملتا ہے  
غمِ ہستی سے میں شہزادِ جب بے تاب ہوتا ہوں  
مجھے اک حوصلہ سا گنبدِ اخضر سے ملتا ہے

(شہزاد محمد دی)

## وہ خواب سارے سراب سارے

وہ سب شکوک و شبہات اور حقائق اب ایک ایک کر کے منظر نامے پر دکھائی دے رہے ہیں جن کا اظہار تحریک منہاج القرآن کے سربراہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 23 دسمبر کے جلسہ عام اور لانگ مارچ کے دوران فرمایا تھا۔ اس بات کی گواہی گذشتہ روز تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے اپنے پہلے باقاعدہ اسمبلی اجلاس کے خطاب میں بھی دی۔ کمزور، بے حیثیت اور غیر آئینی الیکشن کمیشن کی نااہلی پر اسمبلی میں موجود تمام جماعتوں نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، حکومت سازی کا عمل مکمل ہونے کے باوجود بھی ملک کے کونے کونے سے دھاندلی اور مینڈیٹ چوری کا شور سنائی دے رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ سارے خوش کش وعدے اور وہ سارے سنہری خواب اب سراب ثابت ہو چکے ہیں۔ حکومت کی کارکردگی پہلے ہفتے میں ہی عوام کے سامنے کھل کر سامنے آگئی جب اس حکومت کا پہلا سالانہ بجٹ قوم کے سامنے آیا۔ قوم کراچی سے خیبر تک سراپا احتجاج ہے۔ ملک میں شدید گرمی کے ساتھ ساتھ مہنگائی کے کمر توڑ حملوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

نواز حکومت کو اگرچہ بیشتر مسائل ورثے میں ملے ہیں مگر انہوں نے الیکشن مہم میں بارہا یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم ہر مسئلے اور مشکل کو پیشہ وارانہ مہارت اور عملی تجربے کی روشنی میں حل کر کے پاکستان کو ایشیا کا ٹائیگر بنائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت سازی کے فوراً بعد کونسل سے لے کر پشاور اور مردان سے کراچی تک ملک کے طول و عرض میں دہشت گردی کی نئی لہر نے معاملات کو مزید حساس بنا دیا ہے۔ جو قوتیں اب خود طالبان سے مذاکرات کے میز پر آکر بات کر رہی ہیں انہوں نے ہماری عسکری اور سیاسی قیادت کو تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ قیام امن کے سلسلے میں بات چیت کرنے کا گرین سگنل نہیں دیا۔ ڈرون حملے بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہیں۔ اب ان دہشت گردوں نے کھلے عام پورے ملک میں تباہی پھیلانے اور خودکش بم دھماکوں کی دھمکی دے دی ہے۔ حکومت اپنے تمام دعوؤں اور قیام امن کی کوششوں میں کامیابی حاصل کرنے میں بھی ناکام رہی ہے۔ پاکستان اس وقت علاقائی اور عالمی جوڑ توڑ کا مرکز ہے اور ہماری نئی حکومت ابھی تک کسی کو وزیر خارجہ ہی نہیں بنا سکی۔ بغرض محال اگر وزارت خارجہ کی ذمہ داریاں وزیر اعظم نے خود نبھانی ہیں تو باقی حکومتی معاملات کس نے دیکھنے ہیں؟

ملک کو درپیش دوسرا اور بنیادی مسئلہ توانائی کے بحران کا ہے۔ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ملک میں بے روزگاری کا سیلاب اُٹ آیا ہے۔ بچا کھچا سرمایہ بیرون ملک منتقل ہو رہا ہے۔ ہر روز گرمی کی شدت سے غریب لوگ مر رہے ہیں، اگر ٹھوس اور بروقت منصوبہ بندی نہ کی گئی تو ملک مزید اندھیروں میں ڈوب جائے گا کیونکہ بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر بجلی کے شارٹ فال میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ اہم ترین اور موزوں ترین نئے ڈیموں کے منصوبوں کو مکمل کرے، مگر سیاسی مصلحتیں اس کام میں بھی حکومت کے پاؤں کی زنجیر بنی ہوئی ہیں۔

وطن عزیز میں تیسرا بڑا چیلنج مہنگائی کے بڑھتے ہوئے دباؤ پر کنٹرول کا ہے۔ حکومت تمام تر دعوؤں کے باوجود اس سلسلے میں ناکام نظر آرہی ہے۔ قومی بجٹ جسے نئے وزیر خزانہ اپنا بہت بڑا کارنامہ ثابت کر رہے ہیں دراصل آئی ایم ایف کی ہدایات کی روشنی میں بیوروکریسی نے پہلے سے تیار کر رکھا تھا جس میں اسحاق ڈار صاحب نے معمولی جج تفریق کے بعد اسمبلی میں پیش کئے بغیر نافذ العمل کر دیا۔ جی ایس ٹی میں ایک فیصد اضافے کی بنیاد پر ایشیائے خورد و نوش اور گیس بجلی وغیرہ میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ جس پر عدلیہ نے بھی غیر آئینی الیکشن کمیشن اور دھاندلی پر مبنی انتخابات کی وجہ سے بڑھتی ہوئی بدنامی اور ن لیگ کی کھل کر حمایت و سرپرستی کے داغ دھونے کے لئے نوٹس بھی لے لیا ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا عدلیہ کے نوٹس لینے پر قیمتیں اسی طرح Stable



رہیں گی یا گلے مالی سال کے آغاز سے مہنگائی کے طوفان میں نئی طغیانی آئے گی؟ اس بحث نے تو بچوں کے منہ سے دودھ اور ڈھیل روٹی بھی چھیننے کی کوشش کی ہے۔ مہارتوں اور تجربوں کا سارا زور غریب کشی پر نکال دیا گیا ہے، اشرافیہ اور خصوصاً جاگیردار طبقے پر زرعی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ بڑی بڑی تنخواہوں کو بھی ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، مقصد صاف ظاہر ہے کہ بڑی پھیلیوں کی کرپشن اور مالی بددیانتیوں کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ کاروباری حضرات اور جاگیردار طبقات جو ہر سیاسی پارٹی کی طرح ن لیگ میں بھی بھرپور نمائندگی رکھتے ہیں ان میں سے اکثریت کا سرمایہ ملک سے باہر ہے۔ کیا اس بات سے کوئی اختلاف کر سکتا ہے کہ ہمارے ملک کے ”عوامی صدر“ جناب آصف زرداری اور ”مقبول ترین لیڈر“ جناب میاں نواز شریف اور ان دونوں کے رفقاء کے کارسمیت بڑے بڑے عہدیداروں کی جائیدادیں اور اولادیں ملک سے باہر نہیں؟ ان کا غیر معمولی سرمایہ باہر پڑا ہوا ہے اور یہ خود اس غریب عوام کے ”غم“ میں گھلتے جا رہے ہیں۔ ملک اور عوام سے محبت کی پہلی شرط یہ ہے کہ قیادت اپنے اثاثے اس ملک کے سپرد کرے جس پر وہ حکومت کر رہی ہے۔ یہ لوگ اپنی دولت واپس لے آئیں تو ملک کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے سامنے سجدہ ریز ہو کر ناپسندیدہ فیصلے برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

رمضان المبارک کی آمد ہے اس مرتبہ رمضان شریف گرمی اور جس کے باعث پہلے سے زیادہ شدید ہوگا۔ اشیائے خوردنی کی قیمتیں اگر اسی رفتار سے موجو پرواز رہیں تو پوری قوم لوڈ شیڈنگ میں روزے رکھ کر حکمرانوں کو اپنی ”نیک دعاؤں“ سے نوازے گی۔ ایک خبر کے مطابق حکومت نے دو ارب روپے کی سبسڈی دینے کا اعلان کیا ہے۔ 19 کروڑ آبادی والے ملک کے ہر باشندے کے حصے میں 11 روپے آئیں گے، صاف ظاہر ہے یہ بھی رمضان اور عوام دونوں کے ساتھ مذاق ہے۔ ملازمین کی ملک بھر میں ہڑتالوں کے بعد حکومت نے باڈل نخواستہ 10 فیصد اضافے کا اعلان کیا ہے۔ وزیر خزانہ اور وزیراعظم ہر روز قوم کو یہ خبر دے رہے ہیں کہ خزانہ خالی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران اپنی اپنی تنخواہیں اس خالی خزانے میں جمع کروانے کا اعلان کرتے۔ قوم بھی خوش ہوتی کہ ہمارے نمائندے ہمارے غمخوار ہیں انہیں ہمارے مسائل اور دکھوں کا اندازہ ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ اس خالی خزانے والی حکومت نے آتے ہی ایم این ایز اور ایم پی ایز کی تنخواہیں اور سہولتیں 100 فیصد بڑھانے کا اعلان کر دیا ہے۔ انہوں نے تو سابق خاتون اسپیکر کے اس خودرضانہ اقدام پر تنقید کی تھی اور شور مچایا تھا مگر بات وہی ہے کہ ہر کہ درکان نمک می رفت، نمک می شد۔

نواز حکومت کے حالیہ بجٹ نے اس لئے بھی مایوس کیا ہے کہ اس سے حکومت کے معاشی وژن کا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ ان کی تمام مہارتیں اور منصوبہ بندیوں فی الحال توانائی کے بحران کی نذر ہوتی دکھائی دے رہی ہیں۔ ملک حساس اندرونی معاملات کے ساتھ ساتھ بیرونی خطرات میں بھی گھرا ہوا ہے۔ فوج حتی المقدور اندرونی اور بیرونی خطرات کی حدت محسوس کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھاتی ہے مگر اصل فیصلے تو حکومت اور سیاسی قیادت نے کرنے ہوتے ہیں۔ ملک کی مشرقی سرحدوں سے زیادہ مغربی سرحدیں حساس ہو چکی ہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں ”گریٹ گیم“ کھیلی جا رہی ہے۔ امریکہ وہاں سے شکست کھانے کے بعد باعزت خروج چاہتا ہے مگر اپنے جانشین کے طور پر وہ اپنے فرنٹ لائن اتحادی پاکستان کی بجائے بھارت کو بٹھانا چاہتا ہے جو افغانستان میں بیٹھ کر اس کے اور اپنے مفادات کا تحفظ کر سکے اور چین سمیت جنوب مشرقی ایشیائی ریاستوں پر بھی کنٹرول رکھ سکے۔ یہ صورت حال ہمارے معاشی، سماجی اور سیاسی مستقبل کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے لیکن اس کے لئے قوم کو جاگنا ہوگا اور اپنا مقدر بدلنے کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی۔ راہ نجات وہی ہے جس کی طرف شیخ الاسلام مسلسل قوم کو بلارہے ہیں۔

ڈاکٹر علی اکبر قادری

# تعلیمات تصوف اور اصلاح احوال

## شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب ☆

مترجم: محمد یوسف منہاجین / معاون: محمد ہر میمن

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سری سقطیؒ کو کن اعلیٰ مقام و مرتبے کے حامل بزرگوں کی صحبت و مجلس حاصل رہی۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے توحید کے موضوع پر کلام کیا۔ فن حدیث، اسماء الرجال اور جرح تعدیل کے تمام ائمہ کرام بھی انہیں اپنا امام مانتے تھے مگر ان کا یہ مقام ان کے غلبہ حال کی بناء پر مشہور نہ ہو سکا حالانکہ ان کی اپنی سند حضور ﷺ تک متصل ہے جو اس طرح ہے:

حضرت امام سری سقطیؒ روایت کرتے ہیں امام محمد بن معن الغفاری (جو کتب حدیث میں ابو یونس امامانی کے نام سے مشہور ہیں) سے۔۔۔ وہ روایت کرتے ہیں امام خالد بن سعید سے۔۔۔ وہ روایت کرتے ہیں امام ابو زینب مولیٰ حازم سے۔۔۔ اور وہ صحابی رسول ﷺ حضرت حازم حرملہ الغفاری سے روایت کرتے ہیں۔

اس طرح حضرت حازم اور حضرت سری سقطیؒ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں اور اگر حضور ﷺ کا نام بھی شامل کر لیں تو ان کی روایت رباعیات کے درجہ میں ہے۔

حضرت سری سقطیؒ نے نامور اور ثقہ ائمہ حدیث سے روایت کیا اور کئی نامور محدثین نے ان سے روایت کیا۔ آپ نے حضرت فضیل بن عیاضؒ، حضرت ہشیمؒ، حضرت علی بن غرابؒ اور حضرت یزید بن ہارونؒ سے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. (یونس: ۶۲)

”خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔“

تمام ائمہ سلوک و تصوف صاحبان کشف ہونے کے ساتھ ساتھ محدث اعظم، فقیہ اعظم اور شریعت کے امام بھی تھے۔ ان کی فقیری، زہد و ورع، عاجزی اور انکساری کو دیکھ کر ان کی تعلیمات کو رد کرنا درست نہیں۔ ان اولیاء میں ایک نمایاں مقام حضرت سری سقطیؒ کا ہے جو روحانیت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔

### حضرت سری سقطیؒ کا علمی مقام و مرتبہ

آپ حضرت معروف کرخیؒ کے خلیفہ اور روحانی شاگرد تھے۔ آپ صوفیاء اور عرفاء کے امام تصور ہوتے تھے اور اہل معرفت و سلوک آپ کو امام بغداد ادبین کہتے تھے۔ آپ کا شمار تیسری صدی کے اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں حضرت معروف کرخیؒ، حضرت حاتم اعظمؒ، حضرت بشر حافیؒ، حضرت حارث محاسبیؒ، حضرت شقیق بلخیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ جیسے کبار اولیاء موجود تھے۔

زیادہ بلا مقصد میل جول نے ہم سے قلمی سکون چھین لیا ہے۔ اگر ہم سلامتی دین و راحت قلب چاہتے ہیں تو اس کے لئے ”خلوت و تنہائی“ ہی کارآمد نسخہ ہے۔ یہ بات نہایت ہی قابل غور و فکر ہے کہ اگر وہ زمانہ جس میں کبار اولیاء و عارفین موجود تھے وہ اس دور میں میل جول کو ایمان کیلئے نقص کا باعث سمجھتے تھے اور اکابر اولیاء خلوت اختیار کرنے کا کہتے تھے تو آج صدیوں بعد ہمارے اعمال و احوال کے زوال کی وجہ سے ہمیں کس قدر خلوت اختیار کرنے کی ضرورت ہوگی۔ حالانکہ آج ہزار گنا برائیاں معاشروں میں عام ہو چکی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ ہمیں آج کے دور میں صحبتِ صلحاء کی ضرورت آج سے ہزار سال کے مقابلے میں زیادہ لازمی اور لادبی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کی مجلس میں بیٹھیں؟ اس کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ہماری راہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خَيْرَ مَجْلِسٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اِذَا رُوْا، ذُكِرَ اللهُ ﷻ

(بخاری، الأدب المفرد، ۱۱۹/۱، الرقم: ۳۲۳)

”تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔“

جن کے چہروں کو دیکھو تو اللہ یاد آئے۔۔۔ جن کی باتوں کو سنو تو دین کی حکمت نصیب ہو۔۔۔ جن کے اعمال کو دیکھو تو آخرت یاد آئے۔۔۔ مجلس میں بیٹھنا ہو تو ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھو اور جس مجلس سے یہ چیزیں نصیب نہ ہوں ان کی صحبت میں نہ بیٹھو۔

## ابدال کی علامات

آپ سے کسی نے پوچھا کہ ابدالوں کی علامات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابدالوں کی چار علامات ہیں: اور ع و تقویٰ: ان کے ہر عمل میں ورع اور تقویٰ ہوتا ہے۔ وہ ممنوعہ اشیاء جن کو کھانا، پینا، پہننا اور استعمال کرنا حرام ہو ان سے کلیتاً اجتناب کرتے ہیں۔ اگر

احادیث کو روایت کیا اور یہ سب صحیح بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہیں۔ دوسری طرف آپ سے حدیث کی روایت لینے والوں میں حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت عباس بن مسروقؒ اور حضرت ابراہیم الحزومیؒ (حضور غوث الاعظم کے شیوخ میں شامل) ہیں۔ آپ کا ذکر خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں۔۔۔ امام سلمیٰ نے الطبقات الصوفیاء میں۔۔۔ امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں۔۔۔ امام قشیریؒ نے الرسالہ القشیرہ میں۔۔۔ ابن الجوزیؒ نے صفوة الصفوہ میں۔۔۔ امام ذہبیؒ نے السیر اعلام النبلاء میں۔۔۔ اور امام عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں کیا۔ طبقات المحمّدين اور طبقات الصوفیاء کی کتابیں بتانے کا مقصود آپ کا فن حدیث اور ولایت میں مقام و مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔

امام ابو عبد الرحمن السلمی نے الطبقات الصوفیاء میں آپ کی تعلیمات کو بیان کیا ہے۔ آئیے ان کی تعلیمات سے اکتساب فیض کرتے ہوئے اپنے احوال کی اصلاح کا سامان کرتے ہیں:

## سلامتی دین اور سکون قلبی کا راز

حضرت جنید بغدادیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سری سقطیؒ فرمایا کرتے تھے:

من اراده ان یسلم دینہ ویستریح قلبہ ویدنہ ویقل غمہ فلیعتزل الناس۔ لان ہلذہ زمان عزلتو وحدة۔

”جو شخص یہ چاہے کہ اس کا دین سلامت رہے اس کے دل کو راحت ملے اور اس کے غم کم ہو جائیں تو اس کے لئے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ عزلت و تنہائی کا زمانہ ہے۔“

یعنی جتنا زیادہ ملنا جلنا لوگوں کے ساتھ ہوگا اتنی زیادہ ایمانی حالت خراب ہوگی۔ آج ہمارا تو یہ حال ہے کہ ہمیں اپنے دین کی سلامتی کا احساس ہی نہیں رہا اور حد سے

مخلوق کے ساتھ عداوت رکھنا، انتقام رکھنا ان کے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوگا بلکہ ان کے سینے پاک ہونگے۔

۴۔ والنصیحة لهم: ”امت کو ہر وقت

ہدایت کی نصیحت کرتے ہونگے۔“ ہر وقت امت کی رشد و ہدایت کے لئے کوشاں ہوں گے۔

## بلندی درجات کا حصول

حضرت جنید بغدادیؒ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں:

اربع خصال ترفع العبد.

”چار خوبیاں بندے کو بلند کر دیتی ہیں“۔

۱۔ العلم ۲۔ الادب ۳۔ الامانة ۴۔ العفة

## ۱۔ علم

اس علم سے مراد علم نافع ہے۔ صوفیاء غیر نافع علم کو علم نہیں بلکہ ہلاکت مانتے ہیں۔ علم وہ ہے جو عمل صالح کے ساتھ جڑا ہوا ہو۔ حضور داتا گنج بخش علیؒ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنی زندگی میں غور کیا تو میں نے سب سے مشکل عمل اس سے بڑھ کوئی نہیں دیکھا کہ بندے کو جتنا علم ہو وہ اس پر عمل کرے۔“

جس کے پاس تھوڑا علم ہے اس پر عمل کی ذمہ داری اسی قدر ہے اور جس کا علم جتنا بڑھتا جائے گا، اسی قدر اس پر عمل کی ذمہ داری میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ شریعت، طریقت، سلوک و تصوف، اللہ کے اوامر و نواہی اور اللہ کی رضا و ناراضگی کا علم زیادہ ہو مگر اس پر عمل نہیں تو گرفت ہوگی اور جس کو علم نہیں وہ بے علمی میں غلطی کر بیٹھے تو شاید معاف کر دیا جائے۔ جیسے روزے کی حالت میں بھول کر کھایا تو معاف ہو گیا۔ جس کو علم ہے اس نے کھا یا تو اس کے لئے گرفت ہے۔ جس نے جان بوجھ کر کھایا وہ اس پر کفارہ ادا کرے گا اور جس نے بھول کر کھا لیا، اس کا

جسم ان ممنوعہ چیزوں سے بچ گیا تو یہ تقویٰ ہے۔ جس کا دیکھنا گناہ ہو، آنکھیں اس کو نہ دیکھیں تو یہ آنکھوں کا تقویٰ ہے۔ زبان نے وہ کچھ نہ کہا جس کا کہنا گناہ ہے مثلاً جھوٹ نہ بولا، غیبت نہ کی، شکوہ نہ کیا، گالی نہ دی تو یہ زبان کا تقویٰ ہے۔ ہاتھ برائی سے بچ گئے تو یہ ہاتھ کا تقویٰ ہے۔ یعنی حواسِ خمسہ اگر ان گناہوں سے محفوظ رہا تو یہ تقویٰ ہے۔

ورع یہ ہے کہ نفس میں خود پسندی اور رعونت نہ آئے، نفس کے اندر بری خواہش پیدا نہ ہو۔ ہر وہ شے جس سے نفس میں خود سری پیدا ہو اگر نفس ان برائیوں سے بچ گیا تو یہ ورع ہے۔

کتنے لوگ ہیں جو ظاہر میں تو متقی نظر آتے ہیں لیکن نفس اندر سے گناہوں سے بھرا ہوتا ہے۔ ہماری نگاہ نفس پہ نہیں پڑتی ہم تو صرف ظاہر ہی دیکھتے ہیں۔ کتنے ہیں جنہوں نے ظاہر تو گناہ سے بچا لیا مگر نفس گناہوں میں لٹ پٹ رہا۔ اگر جسم گناہوں سے محفوظ رہا تو یہ تقویٰ ہے اور نفس یعنی باطن گناہ کی چاہت سے محفوظ رہا تو یہ ورع ہے۔ دل دنیا کی رغبت سے خالی ہو گیا، ماسوائے اللہ سے دل خالی ہو گیا تو اس کو زہد کہتے ہیں۔ ظاہر گناہ سے پاک ہوا تو تقویٰ ہوا۔۔۔ باطن کے گناہ سے پاک ہوئے تو ورع ملی۔۔۔ اور اگر اللہ کے ہر غیر سے دل خالی ہو گیا تو یہ زہد ہے۔ جب بندہ زہد کے مقام تک پہنچتا ہے تو تب اللہ سے آشنائی ہوتی ہے۔

۲۔ نیت لوجہ اللہ: ابدالوں کی دوسری علامت یہ ہے کہ ان کا ہر ارادہ اور کام صرف اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے۔ یہ اشارہ نیت کی طرف ہے۔ یہ اللہ کی رضا کے علاوہ کسی شے کی طلب نہیں کرتے۔ گویا وہ گناہ سے محفوظ ہوں گے اور ارادہ خالصتاً لوجہ اللہ ہوگا۔

۳۔ سلامة صدر للخلق: ”ان کے سینے

مخلوق کے لئے سلامت ہونگے۔“ ان کے سینے دوسروں کیلئے حسد، بغض، کینہ، غصے وغیرہ سے پاک ہونگے۔ اللہ کی

روزہ ہی نہیں ٹوٹا۔ کام دونوں ایک ہی کیا یعنی کوئی چیز کھایا  
پی لی مگر فرق یہ ہے کہ جس نے بھول کر بے علمی میں کھایا  
اس کا روزہ سلامت رہا اور جس نے جان بوجھ کر کھایا، اس  
کا نہ صرف روزہ ٹوٹا بلکہ کفارہ بھی ادا کرے گا۔

کفارہ کی صورت میں یہ سزا علم کی وجہ سے  
ملی۔ علم ایک بڑی آزمائش ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک  
نعمت بھی ہے۔ حضور غوث الاعظم نے فرمایا:

درست العلم حتی اصرت قطبا۔

”میں نے علم حاصل کیا یہاں تک کہ قطب  
کے مقام پر فائز ہو گیا۔“

یہ علم ہی ہے جو عمل میں ڈھل کر انسان کو قطب  
اور غوث بناتا ہے۔ اسی علم کی تلاش میں حضرت موسیٰ علیہ  
السلام، حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں اور علم  
لدنی کے حصول کے لئے انہیں تلاش کرتے ہیں۔۔۔ اس علم  
نے حضرت آدمؑ کو مسجود ملائکہ بنایا ہے۔ دوسری طرف یہ علم  
آزمائش بھی ہے کہ اگر علم کے ساتھ عمل نہ ہو تو یہ ہلاکت کی  
وادیوں میں گرا دیتا ہے اور تباہ و برباد کرتا ہے۔ کامیابی کے  
لئے درکار محنت ”علم نافع“ ہے۔

علماء جن کی ساری زندگی علم میں گزرتی ہے، ان  
سے زیادہ خوش نصیبی والی زندگی کس کی ہو سکتی ہے۔ جن کی  
زندگی صبح سے رات تک دین کی خدمت میں گزرتی ہو جو نماز،  
اذان، دعا، قرآن و حدیث، تعلیم و تعلم، تبلیغ، حضور ﷺ کا  
پیغام پھیلانے اور سنت انبیاء میں زندگی گزارتے ہیں۔ ان  
سے بڑا ولی کون ہو سکتا ہے مگر اس علم کے ساتھ ساتھ ولایت  
کے لئے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ ہمارے شیخ حضور قدوہ الاولیاء  
پیرسیدنا طاہر علاؤالدین ابجد ادویؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان علماء  
کے اندر دو چیزیں پیدا ہو جائیں تو علماء، ولی اللہ بن جائیں:

۱- ان کے دلوں سے حرص و حسد ختم ہو جائے۔

۲- ان کی زندگی میں علم کے مطابق عمل صالح آجائے۔  
جتنا علم انہوں نے اپنی زندگی میں حاصل کیا، اس

پر عمل کریں تو سارے علماء، ولی اللہ بن جائیں۔ افسوس کہ جن  
کی زندگی سب سے بڑے کام میں بسر ہو رہی ہے مگر جب وہ  
حسد کرتے ہیں تو اس سے ان کی نیکیوں کے پہاڑ جل کے  
راکھ ہو جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر علم کے دن  
حصے ہوں اور نو حصے عمل کے ہوں تب علم نور بنتا ہے۔

## ۲- ادب

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ بندے کو بلند  
کرنے والی دوسری خصلت ادب ہے۔ حضرت عبدالرحمنؓ، امام  
مالک کے تلامذہ میں سے ہیں انہوں نے حسرت کہ ساتھ یہ  
بات بیان کی کہ میں نے 20 سال امام مالکؒ کی ساتھ مدینہ  
پاک میں گزارے، اٹھارہ سال تک وہ مجھے ادب سکھاتے رہے  
پڑھایا نہیں اور صرف دو سال پڑھایا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ  
کاش باقی دو سال بھی ادب سیکھنے میں ہی گزار دیتا۔

ادب سے مراد ہر صاحب حق، اللہ تعالیٰ، حضور  
نبی اکرم ﷺ، انبیاء کرام، صحابہ کرام، اولیاء کرام،  
والدین، بیوی بچے، دوست، رشتہ دار، پڑوسی، جانوروں،  
کافر، دوست و دشمن الغرض ہر مخلوق کا جو حق بنتا ہے اسکو  
اچھے طریق سے بجالانا ادب کہلاتا ہے۔ اگر حق کی ادائیگی  
میں اچھا طریقہ اختیار کیا جائے، تو یہ حسن ادب ہے، اس  
کو تصوف کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ سارا حسن، ادب دین  
ہے اور بے ادبی کفر ہے۔ ادب میں سعادت ہے اور بے  
ادبی میں بدبختی ہے۔ دین میں سے ادب کو نکال دیں تو  
دین کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ آج بعض لوگ نمازیں ننگے  
سر کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، تکبر و عجب کے ساتھ پڑھتے  
ہیں۔ میری نظر سے آج تک ایک حدیث بھی ایسی نہیں  
گزری کہ صحابہ کرامؓ اپنی ٹانگیں پھیلا کر ننگے سر مسجد میں  
کھڑے ہوتے تھے۔ اگر کسی عالم نے پڑھی ہو تو مجھے بتا  
دے، یہ نماز کا ادب نہیں۔ یہ بے ادبی کا طریقہ ہے، یہ  
غرور و تکبر کی علامت ہے۔ میں تنقید نہیں کر رہا بلکہ نصیحت



کر رہا ہوں کہ اللہ کے حضور پیش ہونے کا ادب ننگے سر حاضر ہونا اور اکڑ کر آنا نہیں ہے۔ اللہ کے حضور پیش ہونے کا ادب یہ ہے کہ آپ نہایت ہی کمزور دکھائی دیں، گریہ و زاری طاری ہو۔ یہ نہ ہو کہ جب مولیٰ کی بارگاہ میں جائیں جو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے جہاں تمام بادشاہ سر جھکاتے ہیں، تو فرور تکبر سے کھڑے ہوں اور جب کسی ملک کے حکمران یا علاقے کے کسی جاگیردار و وڈیرے کے پاس اپنے مفاد کی خاطر جائیں تو ادب سے کھڑے ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ادبى رىسى (عجلونى، كشف

الغناء ج: ۱، ص ۲۷ رقم ۱۶۴)

”مجھے میرے رب نے ادب سکھایا“

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: علمنی ربی

”میرے اللہ نے مجھے علم دیا“ بلکہ یہ بات اللہ نے فرمائی:

وَعَلَّمَك مَالَم تَكُن تَعْلَمُ

”اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا

ہے جو آپ نہیں جانتے تھے“۔ (النساء: ۱۱۳)

علم دینے کی بات اللہ نے بتائی، یہ اللہ کی شان

ہے کہ اس نے فرمایا سب کچھ ہم نے دیا۔ جب حضور ﷺ

کی بات آئی تو آقا ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے

ادب سکھایا، یہ کمال بندگی ہے۔ ادب میں ہر شے ہے، علم

میں ہر شے نہیں۔ ادب آگیا تو سارا دین آگیا۔ اسی لئے

اگر ائمہ تصوف و محدثین کرام کو پڑھیں تو یہ بات سامنے آتی

ہے کہ انہوں نے اپنے علم کی بنیاد ہی ادب پر رکھی۔

امام مالک کے پاس جب کوئی سوال پوچھنے آتا تو

خادمہ کو ہدایات دے رکھی تھیں کہ سائل سے پوچھو کہ کوئی فقہ کا

مسئلہ پوچھنے آیا ہے یا حدیث رسول ﷺ؟ اگر وہ کہتا کہ فقہ کا

مسئلہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ تازہ وضو فرماتے اور فقہی مسئلہ

بتا دیتے۔ اگر وہ کہتا کہ حضور ﷺ کی حدیث سننے آیا ہوں تو

وضو و غسل کرتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے اور پھر مسند

پر بیٹھ کر حضور ﷺ کی حدیث اس کو سناتے۔

حدیث رسول ﷺ کا ادب اسی طرح ہے جس

طرح خود تاجدار کائنات ﷺ کا ادب ہے۔ امام احمد بن

حنبل کے پاس جب کوئی علم حاصل کرنے کے لئے آتا تو

فرماتے آج رات آرام کرو۔ وضو کے لئے پانی بھر کر اس

کے پاس رکھ دیتے اور اسے کچھ نہ کہتے۔ صبح فجر کی نماز سے

پہلے تہجد کے وقت اٹھتے، اگر پانی اسی طرح موجود ہوتا تو اس

سے کہتے تم جاسکتے ہو جس کو اللہ کے لئے اٹھنے کی توفیق نہیں

اسے علم کی کیا ضرورت ہے۔ لہذا آپ اسے نہ پڑھاتے۔

### ۳۔ امانت

بلندی درجات کے لئے تیسری اہم چیز حضرت

سری سقطی نے امانت کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے امانت

داری کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا .

”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی

لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں“۔ (النساء: ۵۸)

اللہ نے جو آپکو امانت سونپی ہے اس میں رتی

برابر بھی خیانت نہ کرنا امانت داری ہے۔ اگر عزت کی

حفاظت کی امانت ہے تو اس کو بھائے۔۔۔ اگر کسی کی

برائی اور عیب معلوم ہو اور اس کو چھپالیا جائے تو یہ امانت

ہے۔ مر جانا تو قبول ہو مگر اس کے عیب کو ننگا کرنا قبول نہ

ہو، یہ امانت ہے۔ ہر صاحب حق کا حق ادا کرنا امانت

ہے۔۔۔ حسن اخلاق سے پیش آنا امانت ہے۔۔۔ حتیٰ کہ

مسلمان بھائی سے ملنا امانت ہے۔۔۔ ماں باپ کا ادب

کرنا امانت ہے۔۔۔ غریب کی مدد کرنا امانت ہے۔۔۔ یہ

اللہ کی عبادت امانت ہے۔۔۔ دین کی پاسداری امانت

ہے۔۔۔ حلال کھانا اور حرام سے بچنا امانت ہے۔۔۔

### ۴۔ عفت

جسم کے جملہ اعضاء، آنکھوں، کانوں، زبان،

ہاتھ کی پاکی و طہارت کا خیال رکھنا، تقویٰ و پرہیزگاری پر کاربند رہنا عفت کہلاتا ہے۔ پوری زندگی ظاہر و باطن کی پاکیزگی اور حیاء کا خیال رکھنا عفت ہے۔

یہ چار چیزیں جسے نصیب ہو جائیں تو وہ بندہ ولی بن جاتا ہے اور اس کے درجے بلند ہو جاتے ہیں۔

## اجزِ ادب

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا:

من عجز عن ادب نفسه كان عن ادب غيره اعجز.  
”جو شخص اپنی زندگی میں ادب کا لحاظ نہیں کر سکا، وہ دوسروں کا کیا ادب کرے گا۔“

وہ شخص جس کو اللہ نے بلندی دی ہے خواہ عمر میں یا علم و عمل میں کسی بھی لحاظ سے وہ فوقیت رکھتا ہے۔ جو شخص اسکی اطاعت کرے گا، اسکا حیاء کرے گا، کائنات کی ہر چیز اسکا ادب کرے گی کیونکہ کوئی کسی بڑے کا ادب کرے گا تو جو آپ سے چھوٹے ہیں وہ آپ کا ادب کریں گے۔ جو اپنے ماں باپ کا ادب کریں گے تب ان کی اولاد جوان ہو کر ان کا ادب کرے گی۔ آج جو لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ اولاد ادب نہیں کرتی، وہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا انہوں نے اپنے ماں باپ کا ادب کیا تھا؟ جس نے اپنے ماں باپ کا ادب نہیں کیا تو اس کی اولاد اسکا ادب نہیں کرے گی۔ جس نے حسن ادب کا حق ادا نہیں کیا تو مخلوق اسکا ادب نہیں کرے گی۔ اگر ساری مخلوق کسی کا ادب کرتی ہے تو جان لینا چاہئے اس نے بڑوں کا ادب کیا ہوگا۔ اس نے کسی ایسے کا ادب کیا ہوگا اور کرتا ہوگا جس نے سب چھوٹوں کو اس کے ادب پر لگا دیا۔ اگر مخلوق کسی سے محبت کرتی ہے تو حسد نہ کرو کیونکہ اس نے بھی کسی سے محبت کی ہوگی جس نے باقی ساری مخلوق کے دل میں اسکی محبت ڈال دی۔

## نہییتِ الہی کے اثرات

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ

من خاف الله خافه كل شئى.  
”جس کے دل میں اللہ کا سچا خوف آگیا ہر شے اس سے ڈرنے لگتی ہے۔“

اے بندے تو اللہ سے نڈر ہو گیا تو مخلوق تجھ سے کیا ڈرے گی۔ ایک شخص کسی ولی کامل سے ملنے گیا، اس نے دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے اور جنگل کا ایک بھیڑیا ان کی بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔ وہ شخص جو زیارت کے لئے آیا تھا وہ حیرانگی سے پوچھنے لگا کہ بھیڑیوں کی بکریوں سے یاری کب سے ہوگئی؟ بھیڑیا تو بکریوں کو چڑھا دیتا ہے۔ انہوں نے کہا: جب سے ہماری یاری اللہ سے ہوگئی تب سے اس کی مخلوق میں سے ہر چیز تابع ہوگئی۔ جب کسی بندے کی دوستی اللہ سے ہو جاتی ہے تو ہر چیز اسکی اطاعت کرتی ہے۔

## حقیقی تعلیماتِ تصوف

اگر کسی کے پاس اخلاق، اطاعتِ الہی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نہیں تو وہ صوفی نہیں بلکہ تاجر ہے، دنیا دار و مکار ہے۔ صوفیوں کا نام بدنام کرتا ہے۔ حضور داتا علی ہجویریؒ فرماتے ہیں:

میں اپنے شیخ کے ساتھ ماورائے وسطی ایشیاء کی طرف گیا۔ ہم ایک علاقے میں گئے وہاں فصل پکی ہوئی تھی۔ میں نے ایک صوفی کو دیکھا جس نے صوفیوں والا جبا پہنا ہوا تھا اور زمین دار اسکی جھولی بھر رہا تھا اور ساتھ پیسے بھی دے رہا تھا۔ میں نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ اسکا لباس صوفیوں والا ہے پھر اس پر اتنی ذلت کیوں آئی؟ کہ اس نے مخلوق کے سامنے اپنی جھولی پھیلا دی۔ اس کو تو صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنی جھولی پھیلانی چاہئے تھی۔ آپ نے جواب دیا: بیٹے جس کا پیڑ، مریدوں کا طالب ہو جائے تو اس کے مرید بھی دنیا کے طالب بن جاتے ہیں۔ تصوف تو یہ تھا صرف اللہ کا طلبگار رہتا دل کو دنیا اور اس کی رغبت سے مستغنی کر لیتا۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ اگر کسی ایک جگہ بیعت

تو احسان والا ہے۔ تصوف سارا حسن اخلاق ہے۔ ظاہری لباس سے صوفی کی پہچان نہیں ہوتی۔ صوفی کا چہرہ نہیں دیکھتے کہ گورا ہے یا کالا ہے۔ چہرہ حسین ہوگا کیوں اسکا چہرہ اسکے دل کا آئینہ دار ہے۔ جب بولے گا اس کا کلام حسین ہوگا کیوں کہ اس کا کلام اسکے دل کا آئینہ دار ہے۔ جب کسی کے ساتھ معاملہ کرے گا تو اس کا اخلاق حسین ہوگا۔ ساری زندگی ہر معاملہ میں اخلاق حسین ہو تو سمجھو صوفی ہے۔

## حسنِ خلق

حضرت سری سقطیؒ نے حسنِ خلق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

حسن الخلق كف الاذى عن الناس.  
”مخلوق کو تکلیف پہنچانے سے ہاتھ ہٹالینا حسنِ خلق ہے۔“  
مگر اس کی شرط ہے۔

وا احتمال الاذى عنهم بلا حقد ولا مكافات  
”جو تکلیف پہنچائے اس کے لئے دل میں رنج بھی نہ ہو اور انتقام کی خواہش بھی نہ ہو۔“

یہ حسنِ خلق ہے۔ اگر یہ دو خوبیاں جمع ہو جائیں تو حقیقی معنوں میں یہ ہی تصوف کی اصل روح ہے۔

## خوبصورت اشیاء

- آپ سے کسی نے پوچھا حسین چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا:
- ۱- البكاء على الذنوب  
”گناہ کر بیٹھے تو آنکھوں کو رونا آ جائے۔“
  - ۲- اصلاح العيوب  
”اپنے اندر کے عیب کو تلاش کر کے ان کی اصلاح کرنے۔“
  - ۳- طاعة علام الغيوب  
”ضمیموں کے جاننے والے رب کے ہر امر کی اطاعت کرنے۔“
  - ۴- وجلاء الرين من القلوب  
”اور دلوں کے ہر زنگ کو اتارتے رہنا۔“
- تکبر کا زنگ، گناہوں کا زنگ، حسد کا زنگ،

ہیں اور کسی دوسرے کے پاس چلے جائیں تو پیر صاحب پر قیامت آجاتی ہے۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی کمی دیکھی ہے جو دوسرے کے پاس چلے گئے؟ یہ طرز عمل درست نہیں ہے۔ یہ الفاظ ۱۳ سو سال میں صوفیاء میں سے کسی نے کبھی نہیں بولے تھے۔ وہ تو کہتے: ہاں کی ہمارے پاس ہی ہے۔ یاد رکھیں! تصوف سارا نفی ذات کا نام ہے۔ تواضع، عاجزی و انکساری کا نام ہے۔ تکبر کے بت کو پاش پاش کرے گا نام تصوف ہے۔

تحریک منہاج القرآن جہاں تجدید و احیاء دین کی تحریک ہے وہاں علم و احیاء تصوف کی بھی تحریک ہے۔ جو تصوف صوفیاء کرام کا تھا آج یہ تحریک اسی کو دوبارہ زندہ کر رہی ہے تاکہ لوگ علم دین کے ساتھ ساتھ تصوف کی حقیقی روح سے شناسائی حاصل کر سکیں۔

## زبان و دل کا مقام

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا:

لسانك ترجمان قلبك و وجهك  
مرءة قلبك۔ يتبين على الوجه ما تضمير القلوب .  
”تمہاری زبان تمہارے دل کی ترجمان ہے اور تمہارا چہرہ تمہارے دل کا آئینہ ہے۔ جو دلوں میں چھپا ہو وہ حال چہروں سے اجاگر ہو جاتا ہے۔“

تصوف کو آقا ﷺ نے اپنی زبان میں احسان فرمایا: احسان تصوف ہے اور احسان کا لفظ ”حسن“ سے ہے اور حسن کا معنی ہے خوبصورتی، اچھائی۔ احسان کا معنی کسی کے ساتھ بھلائی کرنا، اچھے اخلاق سے پیش آنا ہے۔ ایمان امن سے ہے جس سے دلوں، جسموں، ذہنوں کو امن ملے وہ ایمان والا ہے اور جس سے عزت کو سلامتی ملے وہ اسلام والا ہے۔ اگر کسی کے اعمال، زندگی، اخلاق اور باتوں میں حسن ملے، اس کی مجلس میں بیٹھ کر اخلاق کا حسن آئے، عبادت میں حسن نظر آئے، ہر چیز کا حسن ملے

وہ اللہ کی نگاہ میں گر جاتا ہے۔“

جو لوگوں کی نگاہ میں بلند ہونا چاہے وہ اللہ کی نگاہ میں گر جاتا ہے اور جو لوگوں کی نگاہ میں گر جائے اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔

### حالتِ قبض و بسط

اللہ والوں کے مقامات و درجات، زہد و ورع تقویٰ اور عبادت گزاری سے بلند ہوتے ہیں اور مولیٰ کی قربت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اس حال میں ان پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے جس کو قبض و بسط کہتے ہیں۔ جب قبض کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو درجات بلند ہوتے ہیں۔ اللہ کی دوستی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ جوں جوں اللہ کی قربت ملتی ہے اسکی طبیعت میں انشراح پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کی رضا ملتی ہے۔ اس حال میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو بچا نے کے لئے کہ کہیں میرے بندے ان درجات و قربتوں کو دیکھ کر عجب میں مبتلا نہ ہو جائیں ان پر قبض کی کیفیت طاری کرتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے پردہ آجاتا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس طرح اللہ انہیں پریشانی میں ڈال دیتا ہے کہ بندہ عجب و تکبر سے بچ جائے لیکن بندہ یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ کی بارگاہ میں گر گیا ہوں، اللہ سے دور ہو گیا ہوں۔ پس وہ روتا ہے، ٹرپتا ہے تو اس کے درجے اس رونے تڑپنے اور یاد الہی میں مزید بلند ہوتے چلے جاتے ہیں۔

بسط و قبض کی کیفیت کو سمجھنے کے لئے ایک وجدانی و ذوقی بات بتا رہا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قیام جنت بسط تھا اور جنت سے زمین پر اتارا جانا قبض تھا۔ اسی زمانے میں آپ جو روئے، اسی میں آپ کے درجات میں اضافہ ہوا اور خلافت الہیہ پر فائز ہوئے۔ اسی گریہ و زاری اور رونے کے لئے انہیں زمین پر اتارا تھا۔ اگر مولیٰ کی بارگاہ میں رہتے تو خوش رہتے، جو درجے رونے میں بلند ہوتے ہیں وہ خوش ہونے میں بلند نہیں

نافرمانی کا زنگ، حرص و ہوا، شہوتوں کا زنگ جو دلوں پر چڑھ جاتا ہے وہ ذکر زہد، تقویٰ پر ہیزارگاری، گریہ و زاری سے دھل جاتا ہے۔ فرمایا: اگر یہ چار چیزیں تم میں موجود نہیں تو ہر چیز تم پر غلبہ کر لے گی اور ہر خواہش تمہارے اوپر سوار ہو جائے گی۔ ہر آرزو تمہیں گھیر لے گی۔۔۔ بندگی ختم ہو جائے گی۔ یہ تمنا بھی نہ کرے کہ میں ولی اللہ ہو جاؤں اس لئے کہ یہ بھی حرص ہے۔ اولیاء کے اندر یہ چھپی ہوئی بڑی خطرناک خواہش ہے۔ دوستی ترک ہوں کا نام ہے اگر طلب کر لیا تو وہ آپکو عطا کر دے گا مگر دوستی نہیں دے گا۔ دوست وہ ہوتا ہے جو سوائے دوست کے کوئی ہوس نہ رکھے۔ دوست وہ ہے جو کوئی طلب نہ رکھے۔ اللہ سے دوستی کیسی ہونی چاہئے۔ رابعہ بصریؒ سے پوچھتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت رابعہ بصریؒ بیمار ہو گئیں، لوگ عیادت کے لئے آتے تو کسی کو کوئی وجہ بتائے اور کسی کو کوئی، حسن بصریؒ آگئے تو پوچھا اصل بات بتائیں بخار کیوں ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ رات قرآن کی تلاوت کر رہی تھی، تلاوت کرتے کرتے جنت الفردوس اور جنت کی نعمتوں کا ذکر آیا۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ مولیٰ جنت میں وہ جگہیں مجھے بھی عطا فرما۔ جب یہ خواہش پیدا ہوئی ادھر رب کی طرف سے عتاب آیا۔ فرمایا: رابعہ دوستی اور عشق کا دعویٰ ہم سے اور ہوس جنت کی۔ ایک شے سے دوستی رکھ یا طالب جنت بن یا طالب مولیٰ بن۔ دوستی نام ہے ترک ہوں کا، جس میں حرص آگئی وہ طالب نہ رہا۔

### ریا کاری کا نقصان

حضرت سری سقطیؒ فرمایا کرتے تھے:

من تزیین للناس بما لیس فیہ سقط ان

عین اللہ عزوجل۔

”جو شخص لوگوں کے لئے مزین ہو کر آئے اور اس چیز کا دکھلاوا کرے جو حقیقت میں اس میں نہیں ہے تو

ہوتے۔ جب قربتیں دے کر بلند کرنا چاہا تو حالتِ بسط میں شانِ آدمیت سے بہرہ مند فرمایا اور جب مقامِ خلافت پر پہنچانا چاہا تو اس کے لئے قبضِ طاری کی اور احساس دیا کہ میں گناہ کر بیٹھا ہوں، پھر روتے روتے خلیفہ اللہ علی الارض ہوئے۔ پس یہ حالتِ قبض تھی۔

اولیاء پر اپنے حال کے مطابق قبض اور بسط کی اپنی اپنی کیفیات ہوتی ہیں جس آدمی نے چکھی ہی نہیں اس کو کیا معلوم کہ یہ کس کیفیت میں ہے۔ وہ سمجھتا ہے میں دھتکارا گیا۔ اس لئے وہ کبھی رُلاتا ہے۔ اللہ کے بندے دنیا کے نقصان پر نہیں روتے۔ ہم تو اس لئے روتے ہیں کہ اولاد نہیں، نقصان ہو گیا، بیمار ہو گئے، ہمارا رونا ان دھندوں کے لئے ہے جبکہ اولیاء اللہ ان چیزوں پر نہیں روتے، جب یہ سارے دھاگے کٹے تب جا کر اس سے یاری ملی۔ دنیا کے دھندوں کے لئے وہ نہیں روتے اور نہ اس پر ان کے دل خوش ہوتے ہیں۔ وہ اس وقت روتے ہیں جب ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ ناراض ہو گیا، وہ اپنی ناراضگی پہ رلاتا ہے، اپنی ناراضگی کا احساس دلا کر، حجاب کا احساس دلا کر، دوری کا احساس دلا کر رلاتا ہے۔ قبض میں حجاب اور دوری نہیں ہوتی۔ آدم علیہ السلام کو احساس دلایا، اللہ پاک نے اس کی گواہی خود دی کہ

وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا. (طہ: ۱۱۵)

”اور ہم نے ان میں بالکل (نافرمانی کا کوئی) ارادہ نہیں پایا (یہ محض ایک بھول تھی)۔“

میرے بندے نے گناہ نہیں کیا۔ میں نے اسکا دل خود دیکھ لیا، اس کے دل میں گناہ کا ارادہ نہیں پایا، خود صفائی دی۔ مگر ان کو احساس دلایا کہ گناہ ہوا ہے تاکہ وہ اس احساس کے ساتھ روئیں۔ رُلاتے کیوں ہیں؟ کسی شاعر نے اسی کیفیت کو بڑے ہی احسن انداز میں بیان فرمایا:

اپنے دیوانوں کے نالوں سے وہ خوش ہوتے ہیں  
پس دیوار سنا کرتے ہیں شیون انکا  
حالتِ قبض میں جب انہیں احساس ہوتا ہے

کہ محبوب ناراض ہے تو پھر وہ پریشان حال پھرتے ہیں۔ حالتِ قبض میں کیف و سرور جاتا رہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ میرے بندے پر عجب نہ آئے، اونچے درجے پر دھیان نہ پڑے۔ یہ ہی سمجھے کے بس رب روٹھ گیا اور وہ روتا رہے اور مالک درجے بڑھاتا رہے۔ بظاہر یہ بے کیف سی زندگی لگتی ہے۔ ہندی زبان میں کسی عاشق نے کہا تھا۔ دلیا بنا بھتواہ۔۔ اداس موری بھنی

دال کو دلیا کہتے ہیں اور اُبلے ہوئے چاول کو بھتواہ کہتے ہیں اگر کوئی اُبلے ہوئے چاول دال کے بغیر کھائے تو بے لذت ہوتے ہیں۔ میرے محبوب میری زندگی ایسے بے لذت ہو گئی۔ اسی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہا:

از فراقت تلخ شد ایام ما  
دور شد از جانِ ما آرام ما

”میرے محبوب جب سے تو مجھ سے دور ہو گیا ہے تب سے میرے زندگی کے دن تلخ ہو گئے ہیں اور میری روح سے آرام و سکون بھی چھن گیا۔“

حضرت ابوالحسن خرقائی کے ایک غلام پر قبض کی کیفیت طاری ہو گئی۔ طویل سفر کرتا کرتا خرقان جا پہنچا۔ حضرت ابوالحسن خرقائی وہ عظیم ولی اللہ ہیں جن کے کپڑوں کے توسل سے محمود غزنوی نے ہند کے سومنات کو فتح کیا تھا۔ سترہ حملے کر چکا تھا لیکن فتح نصیب نہ ہوئی۔ آخری منزل سومنات کی تھی فتح رُکی پڑی تھی۔ اس نے آپؑ کے جبہ کے صدقے سے سومنات کو مانگ لیا اور صبح فتح ہو گئی۔ جبہ دینے کے لئے واپس آئے اور کہا کہ میں نے اس منزل کی فتح مانگی تھی۔ فرمایا: محمود غزنوی تو نے میرا جبہ سستا بیچ دیا، اسکو سامنے رکھ ہی لیا تھا تو پورا ہندستان مانگ لیتا، اس کے وسیلے اللہ سارا ہندستان ہی عطا کر دیتا۔ چنانچہ وہ شخص خرقان پہنچا اور ان کے دروازے پر دستک دے کر متعدد القابات کے ساتھ ان کا نام پکارا۔ انکی زوجہ گرم مزاج تھیں اکثر آپؑ کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہو



## سوشل میڈیا پر مصطفوی مشن کے پیغام کا فروغ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک کے پیغام کو موبائل میسیجز، Facebook، Twitter اور سوشل میڈیا کے دیگر پروگرامز کے ذریعے فروغ دیں۔

**SMS**: انگلش Updates کے لئے Follow TahirulQadri اور اردو Updates کے لئے

Follow TahirulQadriUR لکھ کر 40404 پر SMS بھیجیں۔

**Facebook** facebook.com/TahirulQadri to Like, Share & Comment

**Twitter** twitter.com/TahirulQadri to Follow, Retweet & Reply

ایسی بیوی اللہ تعالیٰ نے اس لئے دی کہ میرا رب مجھ سے محبت کرتا ہے اور اس نے میری محبت ساری مخلوق کے دلوں میں ڈال دی۔ جب ساری خلق محبت کرتی ہے تو میں مقبولیت دیکھتا ہوں تو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں میرا نفس عجب کا شکار نہ ہو جائے کہ اللہ نے مجھے اتنا بلند رتبہ عطا کر دیا۔ اس کو میرے ساتھ محبت ہے وہ نہیں چاہتا کہ میرا محبوب خود پسندی کی بیماری میں مبتلا ہو جائے لہذا مرے نفس کو عجب سے بچانے کے لئے مستقل علاج کے طور پر اس نے مجھے ایسی بیوی دی۔ اللہ میرا طبیب ہے۔ اس لئے جب میری بیوی مجھ سے یہ رویہ اپناتی ہے تو میں اپنے آپ سے کہتا ہوں ابوالحسن تیرا مقام تو یہ ہے تو کہاں کی سوچ لئے پھرتا ہے۔

اگر نفس کا علاج نہ ہو تو اگر بندہ ولی بھی ہو تو عجب، خود بینی اور کبر کی وجہ سے نمرود، ہامان اور فرعون بن جاتا ہے۔ نفس کی سرشت میں شیطنیت ہے لہذا اس کا علاج مجاہدہ کے ذریعے اور نفس کی تذلیل کے ذریعے ہی کیا جانا چاہئے۔ اگر ان چند باتوں پر عمل کر لیا تو سمجھ لیں کہ آپ نے سلوک و تصوف کی راہ پر چلنے کا آغاز کر دیا۔



جایا کرتا تھا۔ جب آپکی زوجہ نے القاب سنے تو کہنے لگیں کہ اتنی دور سے چل کر آئے ہو، کوئی اور شیخ نہیں ملا تمہیں؟ میں اس کی بیوی ہوں، مجھ سے زیادہ اس کو کون جان سکتا ہے۔ وہ پریشان حال وہاں سے روانہ ہوا، کسی نے بتایا کہ وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہے ہوں گے۔ جب وہ جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ بھر شیر پر سوار ہو کر آرہے ہیں اور لکڑیوں کا گٹھا شیر پر رکھا ہوا ہے اور ہاتھ میں سانپ کو بطور چابک تھام رکھا ہے۔ شیر بھی آپ کے تابع اور سانپ بھی آپ کے تابع۔ اس مرید کو روتا دیکھ کر سمجھ گئے، پوچھا: گھر سے ہو کر آئے ہو، پریشان نہ ہو۔

یہ جو اللہ نے رتبہ بلند کیا صرف اس وجہ سے ہے کہ میں زوجہ کی باتوں پر صبر کرتا ہوں اور چالیس سال تک میں نے صبر کیا۔ اس کی ناراضگی اور تلخ کلامی پر صبر کرنے سے اللہ نے مجھے آج اس مقام پر فائز فرمایا۔

پوچھا: اللہ نے ایسی تلخ مزاج زوجہ آپ کو کیوں دی؟ مولانا روم نے اس پورے واقعہ کو مثنوی شریف میں بیان کیا ہے اور حضرت ابوالحسن کی طرف سے جواب بھی دیا ہے۔

چونکہ ہاشم در خلایق اے جواں  
عجب در من آید از تعظیم شاں  
پس علاج عجب این زن می کند  
عجب کبر از نفس بے روی کند

# اسلام میں روزہ کا تصور اور مقاصد

ڈاکٹر علی اکبر الازہری

**الحديث** کا سلسلہ تحریر گذشتہ تقریباً 25 سال سے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد معراج الاسلام (شیخ الحدیث منہاج یونیورسٹی) کے علم و تدبر کے فیوضات سے مربوط رہا۔ قارئین کرام کے لئے بالعموم اور طبقہ علماء کے لئے بالخصوص ان کے رشحاتِ قلم کی خصوصی اہمیت رہی ہے۔ بلاشبہ ان کی علم دوست اور ادب پرور شخصیت کا حسن و وقار ان کے زبان و بیاں کے بانگین سے جھلکتا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ قبلہ شیخ الحدیث صاحب کی ضعیف العمری اور جسمانی کمزوری کے سبب یہ سلسلہ تحریر ان کی طرف سے مزید جاری نہیں رکھا جاسکتا۔ البتہ ان کے مضامین اور مقالات سے حسب موقع قارئین مستفیض ہوتے رہیں گے۔

**الحديث** کے اس محبوب سلسلہ تحریر کو ماہنامہ منہاج القرآن کی مجلس مشاورت نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد معراج الاسلام کے تلمیذ رشید محترم ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری کے سپرد کر دیا ہے۔ امید ہے اہل علم و ذوق قارئین کرام کو ان کی ادارتی تحریروں کی طرح یہ سلسلہ تحریر بھی پسند آئے گا۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے شیخ الاسلام کے شہرہ آفاق مجموعہ احادیث ”المنہاج السوی“ میں شامل منتخب احادیث کی تشریح و توضیح کا فیصلہ کیا ہے۔ زیر نظر تحریر اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ اہل علم و فکر احباب کی رائے اور Feed Back سے ہمارے معیار میں مزید بہتری کا سامان پیدا ہو سکے گا۔۔۔ (ادارہ)

(بخاری فی الصحيح، کتاب: الصوم، ۶۷۳/۲، حدیث: ۱۸۰۵)

”بنی آدم کا ہر عمل اسی کے لئے ہے سوائے روزہ کے۔ روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دیتا ہوں۔ روزہ (گناہوں سے بچنے کے لئے) ڈھال ہے اور جس روز تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ فحش کلامی کرے اور نہ لڑائی جھگڑے میں پڑے اور اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخُلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَهُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ.

ہیں جو ہمیں روزہ، اس کے مقصد اور اجر سے آگاہ کر رہے ہیں۔ آئیے پہلے ان مضامین کا اجمالی جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے روزے کی فضیلت میں اللہ پاک کا فرمان بیان کیا ہے۔ اصطلاح حدیث میں ایسے کلمات جن کی نسبت حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف فرماتے ہیں وہ حدیث قدسی کہلاتی ہے۔ اسے حدیث الٰہی اور حدیث ربانی بھی کہا جاتا ہے۔ مرتبے میں حدیث قدسی دیگر احادیث کے مقابلے میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی کے راوی خود حضور اقدس ﷺ ہوتے ہیں۔

۲۔ اس متفق علیہ حدیث مبارکہ کی دوسری امتیازی شان یہ ہے کہ روزہ کے موضوع پر یہ کثیر الجہات اور جامع ترین حدیث ہے کیونکہ اس میں بہت سے مضامین جن کی تفصیلات قرآن و حدیث کے دیگر مقامات پر موجود ہیں یہاں بڑی جامعیت کے ساتھ سمٹ آئے ہیں۔ گویا یہ حدیث حضور ﷺ کی شانِ جامع الکمل کی مظہر بھی ہے۔

قارئین کرام غور کریں تو اس میں اللہ پاک کی طرف سے روزہ دار کے لئے اجر عظیم کا غیر معمولی اعلان کیا گیا ہے جو منفرد ہے۔ یعنی اس طرح کا اعلان اللہ پاک نے کسی اور عمل کے متعلق نہیں فرمایا۔ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ منادی وغیرہ نے اس حدیث کی تشریح میں بڑے لطیف نکات بیان کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ کو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک راز قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ باقی ساری عبادات کے برعکس روزہ ایسی عبادت ہے جس میں کوئی ریا اور کوئی دکھاوا ممکن نہیں۔ روزہ دار بھوک، پیاس اور جسمانی تکالیف کو خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے برداشت کرتا ہے۔ گویا روزہ کی صحت ایک باطنی عمل ہے جسے اللہ پاک جو عظیم و خمیر ہے اس کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہو سکتی۔ لہذا اللہ پاک نے اس کے اجر کو بھی عددی پیمانوں سے آزاد کر دیا اور فرمایا میں اپنی شان

میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ ﷻ کو مشک سے زیادہ پیاری ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، جن سے اسے فرحت ہوتی ہے: ایک (فرحتِ افطار) جب وہ روزہ افطار کرتا ہے، اور دوسری (فرحتِ دیدار) جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزہ کے باعث خوش ہوگا۔“

## مطالب و معانی

صوم: عربی لغت میں روزے کو صوم کہا جاتا ہے جس کا معنی ارادی فعل سے باز رہنا اور رک جانا ہے۔ ابن منظور لسان العرب میں ”صوم“ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی چیز سے رکنا اور چھوڑ دینا صوم ہے۔ روزے دار کو صائم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے۔ (لسان العرب ۱۲/۳۰۱)

قرآن حکیم نے بات چیت چھوڑ دینے کے لئے بھی لفظ صوم استعمال کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا . (مریم: ۲۶)  
”میں نے اللہ کے لئے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے۔“  
فقہاء اور مفسرین نے روزے کا اصطلاحی معنی ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

الامساک عن المفطرات مع النية به من طلوع الفجر الى غروب الشمس.

(علامہ جلال الدین خوارزمی، الکفایۃ مع فتح القدر: ۲/۲۲۳، تفسیر القرطبی، ۱: ۲۷۳)

”روزے کی نیت کے ساتھ طلوع سحر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے رکے رہنے کو صوم کہا جاتا ہے۔“

## مضامین حدیث

اس حدیث مبارکہ میں متعدد مضامین موجود

کے مطابق روزہ کا اجر عطا فرماتا ہوں۔

صداقت ہی اس کی وہ حقیقی قوت ہے جو ہر دور میں انسان کے قلب و دماغ کو مسخر کرتی چلی آتی ہے۔ یہ بات اسلام اور اہل اسلام کے لئے کتنی خوش آئند ہے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ انسانی عقل و شعور نے جس قدر ترقی کی اور علوم و فنون جیسے جیسے کمالات کی منازل طے کرتے ہوئے اپنی معراج کو پہنچ رہے ہیں اسلام کی حقانیت صداقت اور حکمت اسی قدر کھرتی جا رہی ہے۔

زیر نظر حدیث مبارکہ کے تحت ہم تفصیلات میں گئے بغیر ماہ رمضان کی مناسبت سے اسلام میں روزہ کے تصور، اس کی افادیت اور مقاصد کے حوالے سے مختصر سی شرح کر رہے ہیں۔

## مذہب کا اصل مقصد

مذہب کا اصل مقصد درحقیقت تصفیہ عقائد، تزکیہ نفس و روح اور اخلاقِ حسنہ کی ترویج ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی یہ بیان فرمایا: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق.

کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ گویا انسانیت کا نصب العین اخلاقِ حسنہ کی تعمیر و تکمیل ہے۔

## تزکیہ نفس کے مختلف تصورات اور اسلام

مذہب عالم کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ سے تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت اجاگر کرتا رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان مذاہب کے ہاں اس کے انداز مختلف اور طریقے علیحدہ ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے۔ عیسائیت کے ہاں رہبانیت کا رجحان۔ یونان کے مفکرین نے اس سلسلے میں ترک دنیا کو ضروری قرار دیا اور بدھ مت کے ہاں جملہ خواہشات کو قطعاً فنا اور ختم کر دینا لازمی قرار دیا گیا ہے لیکن قربان جائیں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی چوکھٹ

ثانیاً روزہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خود ڈھال قرار دیا۔ یعنی روزہ ایسی عبادت ہے جس سے گناہ کے امکانات کم سے کم ہو جاتے ہیں اور متقی انسان فرشتہ صفت ہو جاتا ہے۔

۳۔ حدیث کا تیسرا مضمون روزہ دار کے لئے لازم کی گئی احتیاط کی تفصیل اور کیفیت ہے۔ اسے لڑائی جھگڑے میں برداشت، ضبط نفس اور صبر و تحمل جیسی اعلیٰ صفات کے حصول کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

۴۔ چوتھا مضمون روزہ دار کی جسمانی کمزوری، نقاہت اور شدید پیاس کے وقت کی کیفیت کو سراہا گیا ہے تاکہ اس کیفیت میں بھی روزہ دار روحانی مسرت سمیٹ سکے حالانکہ اللہ پاک سونگھنے یا چکھنے کی صفت سے پاک ہے مگر اس نے روزہ دار کے منہ کی بو کو مشک و عنبر سے بھی اعلیٰ خوشبو قرار دیا۔ مقصود بندہ پروری اور ہمت افزائی ہے۔

۵۔ اس حدیث مبارکہ کا آخری مضمون دو خوش خبریاں ہیں ان دونوں خوشیوں کو تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ روزہ دار جس طرح افطار کے وقت ٹھنڈے مشروب اور اشیائے خورد و نوش کو تناول کرتے ہوئے اشتیاق اور روحانی مسرت محسوس کرتا ہے اسی طرح اس کے لئے اس نیکی کا بڑا اجر اللہ پاک کی زیارت کی شکل میں ظاہر ہوگا جو ہر مومن کا حاصل ایمان اور ہر روح کا اشتیاق ہے۔ حدیث مبارکہ کے کلمات بتا رہے ہیں کہ اللہ پاک کے جلوؤں کو بھی دل و نگاہ میں وہی سمیٹے گا جو روزہ جیسی مشقت برداشت کرے گا۔

## شرح و تفصیل

دنیا کے کسی مذہب اور فلسفہ حیات میں کوئی خوبی ایسی نہیں جو اسلام کے دامن میں تمام و کمال موجود نہ ہو۔ یہی جامعیت اور اکملیت اس کی حقانیت کی بین دلیل ہے۔ اس کی تعلیمات کی اثر آفرینی اور حکمت و

کے اغراض و مقاصد کو بلند کر دیا۔ زندگی کی وہ تمنائیں اور خواہشات نفسانیہ جو عام طور پر جائز ہیں اسلامی روزہ میں ان پر بھی معین عرصہ کے لئے پابندی عائد کر دی جاتی ہے اور اسلام کا ماننے والا ان پابندیوں کو اپنی دلی رغبت و مسرت کے ساتھ اپنے اوپر عائد کر لیتا ہے۔ یہ چیز جسم و روح دونوں کے لئے ایک مفید ورزش ہے۔“

(انسائیکلو پیڈیا آف جیوز، ص ۱۳۷)

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات ہیں۔ مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا اور ہندوؤں میں برہمن روزہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی مکلف ہیں جبکہ ان کے اوقات روزہ میں بھی اختلاف اور افراط و تفریط پائی جاتی ہے لیکن اسلام کے پلیٹ فارم پر دنیا کے ہر خطے میں رہنے والے عاقل، بالغ مسلمان مرد و عورت ہر ایک کے لئے ایک ہی وقت میں بلا تخصیص ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا گیا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.

”پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ

اس کے روزے ضرور رکھے۔“ (البقرہ: ۱۸۵)

## مختلف موسموں میں آمدِ رمضان کی حکمت

دینِ فطرت کی فطرت شناسی پر داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے اس سلسلے میں کتنا عجیب فلسفہ و حکمت پیش نظر رکھتے ہوئے روزوں کو ماہ رمضان المبارک کے ساتھ مخصوص کر دیا اور قمری مہینوں کے تغیر کے ساتھ انہیں بالترتیب سال کے ہر موسم میں بدل بدل کر لایا گیا کیونکہ موسم کی شدت بھی ہر موسم میں بدلتی رہتی ہے۔ اگر دوسرے مذاہب کی طرح اسلامی روزے بھی شش سال کے تابع ہوتے تو اس صورت میں رمضان کا موسم یا تو

پر جہاں سے بنی نوع انسان کو خالق کائنات کی طرف سے ایک ایسا سادہ اور آسان دین عطا ہوا جس نے ان تمام خرافات اور افراط و تفریط کی راہوں سے ہٹ کر تقویٰ اور تزکیہ قلب و باطن کے لئے ارکان اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ نکاتی لائحہ عمل وضع کر دیا جو فطرتا انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت آسان اور واضح بھی ہے۔ ان میں موثر ترین ذریعہ روزہ ہے۔

## مقصدیتِ روزہ اور غیر مسلموں کا اعتراف

اس میں شک نہیں کہ روزہ کا تصور کم و بیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ منفرد اور مختلف ہے۔

اگر دوسری اقوام کے ہاں روزوں کے مقاصد سے آگاہی حاصل ہو جائے تو اسلام میں روزے کی مقصدیت کی وسعت کھڑ کر سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلے میں اختصار کے پیش نظر ہم صرف دو اقتباسات کا ترجمہ بطور شہادت نقل کرتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف جیوز میں اس طرح لکھا ہوا ہے:

”یہودی اور عیسائی روزہ بطور کفارہ گناہ یا توبہ کی خاطر یا پھر ان سے بھی تنگ تر مقاصد کے لئے رکھتے تھے اور ان کا روزہ محض رسمی نوعیت کا ہوتا تھا یا پھر قدیم تر ایام میں روزہ ماتم کے نشان کے طور پر رکھا جاتا تھا۔“

(انسائیکلو پیڈیا آف جیوز، ص ۱۳۷)

یعنی اس وقت روزے کی اصل مقصدیت سے صرف نظر کرتے ہوئے ان لوگوں نے اپنے مخصوص مفادات کے لئے روزے کو محدود کر لیا تھا۔ مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک مستقل نظام تربیت دیا۔ مذکورہ بالا کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا گیا ہے:

”یہ اسلام ہی ہے جس نے روزے کے بارے میں اپنا زاویہ نگاہ اور دائرہ کار وسیع کر دیا اور روزہ



ہمیشہ گرم رہتا یا پھر ہمیشہ سرد، جس کی انسانی طبیعت کسی صورت میں بھی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ اب ہم اختصار سے اسلامی نظام تربیت میں روزے کے مرکزی کردار پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ اس کے اہم ترین مقاصد اور اس میں کارفرما حکمتوں کا بھی سرسری تعارف ہو سکے۔

## مقاصدِ صیام کا تعین

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی فرضیت، مقصدیت اور اس کے دیگر پہلوؤں کی حکمت کے باب میں بے شمار دلائل موجود ہیں، جنہیں بالترتیب یہاں درج کرنا ناممکن ہے۔ روزے کی مقصدیت کو واضح کرنے کے لئے قرآن حکیم کی یہ آیت قابل غور ہے جس میں فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ  
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ.

”اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پر ہیبرگار بن جاؤ“۔ (البقرہ: ۱۸۳)

یہاں دوسری اہم باتوں کے علاوہ روزے کی مقصدیت بصراحت بیان کی گئی ہے کہ روزے کا مقصد افراد امت کے کردار و سیرت کو تقویٰ و پرہیزگاری کے نشیوں اور باوقار رنگ میں رنگنا ہے۔

## تقویٰ اور اس کا مفہوم

تقویٰ کو روزے کی سب سے بڑی حکمت کیوں قرار دیا۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ پہلے تقویٰ کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔

تقویٰ عربی لفظ وقی سے مشتق ہے۔ اس سے الوقایہ مصدر کا معنی حفظ الشيء مما یؤذیہ ویضرہ.

”کسی چیز کو مضر اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا“۔

بنابریں تقویٰ کا مفہوم یہ ہوا کہ

جعل النفس فی وقایة مما ینخاف.

”تقویٰ سے مراد نفس کو ہر اس چیز سے بچانا

ہے جس سے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو“۔

اور اصطلاح شریعت میں تقویٰ کی تعریف یوں

کی جاتی ہے: حفظ النفس عما یؤثم.

”نفس کو ہر اس چیز سے بچانا (تقویٰ ہے) جو

گناہ کا موجب ہو“۔

مگر یہ تو عوام الناس کا تقویٰ ہے۔ روزہ

انسان کو بہت بلند معیار پر لے جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ امام راغب یہاں اہل اللہ اور خواص کے ہاں تقویٰ کے معیار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویتم ذلک بترک بعض المباحات.

(مفردات امام راغب)

یعنی خواص کا تقویٰ تب کامل و اتم بنتا ہے

جب وہ بعض مباحات سے بھی اجتناب کریں اور روزہ اسی معیار پر پچھاتا ہے۔

## قابل غور نکتہ

تقویٰ کی اس سطح پر غور کریں جو عام طور پر صرف اہل اللہ کا معمول ہے تو ہمیں روزہ سے حاصل ہونے والے اس تقویٰ کے معیار کا اندازہ ہو جاتا ہے جو عام روزہ دار کو حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ تقویٰ کے دیگر تقاضوں کو پورا کرے۔

## تقویٰ کی اہمیت

تقویٰ کا حصول انسانیت کی معراج ہے اور یہی روزہ کی اصل غرض و غایت ہے، یہی دلوں کی پاکیزگی ہے۔ تقویٰ ہی دل کی ایسی نورانی کیفیت کا نام ہے جس کے بعد انسان خود بخود ہر قسم کی برائی سے بچتا اور ہر برائی سے دور رہنے لگتا ہے۔ یہی مومن کا وہ ہتھیار

الہی جیسے اعلیٰ مقصد کے حصول کی قوت اسے ضبط نفس کی ترغیب دیتی ہے پھر وہ حرام تو درکنار حلال اور طیب چیزوں کے قریب بھی حالت روزہ میں نہیں پھٹکتا۔ علاوہ ازیں ہر سال ایک ماہ کے اس ضبط نفس کی لازمی تربیتی مشق (Refresher Course) کا اہتمام اس مقصد کے حصول کے لئے بھی ہے کہ انسان کے قلب و باطن میں سال کے باقی گیارہ مہینوں میں حرام و حلال کا فرق و امتیاز روا رکھنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا کہ اس کی باقی زندگی بھی انہی خطوط پر استوار ہو جائے اور دیگر معاملات حیات میں بھی اسے حکم خداوندی کے آگے تسلیم خم کرتے ہوئے حرام چیزوں سے اجتناب کا داعیہ بیدار ہو جائے۔

### وحدت دینی کا آفاقی مظاہرہ

ہر خطہ زمین پر بسنے والے مسلمان مرد و عورت پیرو جو ان جب ایک ہی ماہ میں حکم خداوندی پر لبیک کہتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں تو ان کا یہ عمل پوری دنیا میں دینی وحدت کا بے مثال مظاہرہ ہوتا ہے۔ جس میں وہ ملی وحدت اور اسلام کی عالمگیریت کا آفاقی ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ امریکہ میں رمضان المبارک ہو اور پاکستان کے کسی کونے میں بعد میں آئے۔ بلکہ پوری دنیا کے گلستان میں بیک وقت ایک ایسی روحانی بہار موجزن ہوتی ہے جس سے اسلام کے قلوب اور ان کی روچیں انوار الہی سے سرشار ہو کر بحر تقویٰ میں تیرتی نظر آتی ہیں۔ تراویح کے وقت رات کی خاموش فضا میں جب اسی ماہ مقدس میں اترنے والے قرآن کی تلاوت کی صداؤں سے معطر ہوتی ہیں تو کفر و ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کا نور ہو جاتی ہیں۔ اس وحدت و یگانگت سے انحراف برت کر روزہ نہ رکھنے والا اپنی قوم و ملک بلکہ گھر میں رہتے ہوئے بھی اجنبی معلوم ہوتا ہے۔



ہے جو اسے بری خواہشات، مہلک روحانی امراض اور جملہ شیطانی جذبات کے حملوں سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔ اسی سے انسان کے اندر تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن جیسے پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے ہیں اور انسان ہر قسم کی نعمتوں سے مستفیض ہوتا ہے۔ تقویٰ کے ذریعے ہی انسان ناجائز اور غیر شرعی ممنوعات سے ہاتھ روکتا ہے۔ وہ کسی مسلمان بھائی کی دلآزاری، قتل و غارت اور دیگر معاشرتی برائیوں سے باز رہتا ہے۔

### ضبط نفس اور اس کی حکمت

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر انسان دن رات لذتوں اور راحتوں میں ہی منہمک رہے اور اسے جائز اور حلال اشیاء کے استعمال کی بے قید آزادی حاصل ہو تو انسان اس جادہ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے جس پر اسلام اس کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔

طبیعت کے بعض میلانات زندگی کے مقاصد کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ جو لوگ شکم پروری، عیش کوشی اور لذت طلبی کو ہی اپنا مدعا حیات بنا کر ان کے حصول کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیتے ہیں اور وہ انسانیت کے اعلیٰ مقاصد سے بے خبر ہو جاتے ہیں، ان کا دل بے حس اور ذہن مادیت پرستانہ خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

اسلام نے انسان کو غفلت کے اس مہلک مرض سے بچاؤ کی خاطر رمضان المبارک کے روزوں کا اہتمام کیا تاکہ مسلمانوں کو بے حس اور تن آسانی کی غیر دینی روش سے آگاہ ہونے کے مواقع ملتے رہیں۔

روزے کی حالت میں انسان ان طبعی مرغوب اشیاء سے بھی کنارہ کشی کرتا ہے جو اس کی طبیعت میں ازل سے راسخ ہیں۔ مثلاً کھانا پینا اور خواہشات نفسانی کی تکمیل وغیرہ لیکن دوسری جانب ان کے ترک کرنے پر رضائے

# زکوٰۃ کی اہمیت و مقاصد

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی مہلک بن جاتی ہے۔  
۱۔ تزکیہ نفس: زکوٰۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ دہندہ کا دل دنیا کی حرص و ہوس سے پاک ہو جائے اور تقویٰ کے کاموں کے لئے تیار رہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى. الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى.  
”اور اس (آگ) سے اس بڑے پرہیزگار شخص کو بچالیا جائے گا۔ جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرنے۔“ (البقرہ: ۱۸-۱۷)

حضور ﷺ کو مخاطب کر کے بھی فرمایا:  
خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ  
بِهَا. (التوبہ: ۱۰۳)

”آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں۔“

ان آیات میں زکوٰۃ کا مقصد دل کی پاکی اور نفس کے تزکیہ کو کیا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:  
حب الدنيا راس كل خطيئة. (مشکوٰۃ).

کتاب الرقائق

”دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔“  
آپ ﷺ نے مال کو امت کے حق میں سب

آپ دنیا کی کسی تحریک کو دیکھ لیں۔ کسی مذہب کا مطالعہ کر لیں، روٹی کا مسئلہ کسی نے نہ نظر انداز کیا، نہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے غریبوں، یتیموں اور معذوروں کی مدد کرنے کا حکم ہر جگہ ہر ایک نے دیا اور دے رہے ہیں مگر جس انداز سے اس مسئلہ کو اسلام نے لیا ہے اور جس حکمت سے اسے حل کیا ہے وہ اسی کا خاصہ ہے۔ عام طور پر دوسروں کی مدد، ایک اخلاقی ہدایت تک محدود رکھی گئی ہے کہ کرنا چاہئے اچھی بات ہے مگر یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے جو نظام حیات دیا اس میں نماز جیسی اہم ترین عبادت کے بعد زکوٰۃ کی صورت میں اس مسئلہ کو حل کر دیا۔

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کی سب سے مقدم عبادت نماز کے بعد اس کا نمبر ہے۔ نماز شب معراج کو فرض ہوئی یعنی ہجرت سے ایک سال پہلے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۵۲ ج ۱) جبکہ زکوٰۃ ۲ھ کو فرض ہوئی (الدر المختار ص ۲۵۶ ج ۲) قرآن کریم میں نماز اور زکوٰۃ کو 82 مقامات پر ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ جس کی نظیر کسی اور حکم میں نہیں ملتی۔

## زکوٰۃ کے مقاصد

زکوٰۃ ادا کرنے کے چند مقاصد اور آداب ہیں جو طوطی خاطر رہنے چاہئیں اور اگر ان آداب کا خیال نہ رکھا

سے بڑا فتنہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فتنة امتی المال. (ترمذی)

” (دنیا) کا مال میری امت کا فتنہ ہے۔“

۲۔ رضائے الہی: زکوٰۃ کا دوسرا مقصد اللہ

کی رضا کا حصول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا نَطْعُمُكُمْ لِيُوجِبَ اللَّهُ لَنَا نُؤِيدُ مِنْكُمْ

جَزَاءً وَلَا شُكُورًا. (الدھر: ۹)

”ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے

ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواہاں ہیں، نہ شکریہ کے۔“

زکوٰۃ ادا کرنے سے رب کی خوشنودی حاصل

ہوتی ہے لہذا کسی اور مقصد کو رضا الہی پر فوقیت نہیں ہونی

چاہئے۔ لینے والا اپنا حق لے رہا ہے۔ دینے والا اپنا

فرض ادا کر رہا ہے۔ لینے والا سوائے پروردگار کے کسی کا

احسان نہیں اٹھائے گا اور دینے والا سوائے رضائے مولیٰ

کے کسی صلہ و ستائش کا طالب نہیں ہوگا۔

## اسلام کا نظام معاش

اسلام ایسا نظام معاش قائم کرتا ہے جس سے قومی

سرمایہ اوپر اوپر ہی نہ گھومتا رہے۔ ارشاد رب العزت ہے کہ

كُنْ لَا يَكُونُ ذُوْلَةٌ بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ.

”تا کہ (سارا مال صرف) تمہارے مالداروں

کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام

طبقات میں گردش کرے)۔“ (الحشر، ۵۹: ۷)

کیونکہ قومی سرمائے کی حیثیت تمام لوگوں کے

لئے ایسی ہی ہے جیسے جسم کے لئے خون۔ اگر خون بعض

حصوں کو پہنچے اور بعض محروم رہ جائیں تو وہ مفلوج ہو جائیں

گے۔ یونہی قومی دولت اگر اوپر ہی اوپر چند طبقات میں گردش

کرتی رہی تو قوم کی اکثریت معطل ہو کر رہ جائے گی۔

جس طرح جسم کا مفلوج حصہ اچھا نہیں ہوتا اور جسم پر بوجھ

بن جاتا ہے، اسی طرح جب عوام پر قومی سرمایہ خرچ نہ ہوگا تو

یہ بے زبان اکثریت معاشرے کے لئے وبال جان بن

جائے گی۔ لہذا معاشرے کی خیریت اسی میں ہے کہ قومی

دولت کی تقسیم مساویانہ طور پر کی جائے تاکہ معاشرے کے ہر

فرد کو اس کی ضروریات بہم پہنچتی رہیں اور یہ خوبصورت دنیا

کسی کے لئے جنت اور کسی کے لئے جہنم زار نہ بن جائے۔

اسلام کے دور اول میں جب اسلام مکمل طور پر

ملکی قانون کے طور پر متمکن تھا۔ نماز اور زکوٰۃ کا سسٹم بھی

باقی قوانین و احکام کی طرح حکومت ہی قائم کرنے کی

ضامن تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ إِذَا مَسَّكُمُ الْمُنْكَرُ فِي الْأَرْضِ

الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ

وَالنَّمْنُكِرِ. (الحج: ۳۱)

” (یہ اہل حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین

میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ

کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی

اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں۔“

کسی مشین کے صحیح کام کرنے کے لئے ضروری

ہے کہ اس کا ہر پرزہ صحیح ہو، اس کی سیٹنگ صحیح ہو۔ اور ہر

وقت اس پر نظر رکھی جائے اس کی دیکھ بھال سے غفلت نہ

کی جائے۔ لیکن ناکارہ ہونے کے لئے تمام پرزوں کا

ناکارہ ہونا ضروری نہیں۔ بظاہر معمولی خرابی بھی اسے فیصل

کر سکتی ہے۔ اسلامی نظام حیات کو سوچ سمجھ کر جرأت

مندی کے ساتھ مکمل طور پر نافذ کر دیا جائے تو دنیا موجودہ

ظالمانہ شکنجوں سے آزاد ہو کر رشک جنت بن سکتی ہے۔

یاد رہے کہ زکوٰۃ کے نظام کو منظم کیا جائے۔

اربول روپیہ جو زکوٰۃ کی مد میں حکومت وصول کرتی ہے

اسے صرف اس محکمہ کے افسران اور زکوٰۃ چیئرمینوں کی

عیاشیوں پر خرچ نہ کیا جائے بلکہ فوری طور پر کفالت عامہ

کا اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ  
وَالرُّهْبَانِ لَيَكَاكِلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ  
يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ  
وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ  
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ. (العوبه، ۹: ۳۴)

”اے ایمان والو! بے شک (اہل کتاب کے) اکثر علماء اور درویش، لوگوں کے مال ناحق (طریقے سے) کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں (یعنی لوگوں کے مال سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور دین حق کی تقویت و اشاعت پر خرچ کیے جانے سے روکتے ہیں)، اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔“

اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے عدم ادائیگی زکوٰۃ پر لوگوں کو روز محشر ان کے اموال کے ساتھ سخت حشر کرنے کی وعید بھی بیان کی:

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فُتُكْوَىٰ بِهَا  
جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ  
لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ. (العوبه، ۹: ۳۵)

”جس دن اس (سونے، چاندی اور مال) پر دوزخ کی آگ میں تاپ دی جائے گی پھر اس (تپے ہوئے مال) سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پٹھیں داغی جائیں گی، (اور ان سے کہا جائے گا) کہ یہ وہی (مال) ہے جو تم نے اپنی جانوں (کے مفاد) کے لیے جمع کیا تھا سو تم (اس مال کا) مزہ چکھو جسے تم جمع کرتے رہے تھے۔“

جو لوگ مال و دولت اکٹھا کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَلْهَكُمُ النَّكَارُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ.

حکومت ہر فرد کی بنیادی ضروریات، روٹی، لباس، رہائش، علاج اور تعلیم کی ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری اٹھائے، زکوٰۃ میں ہونے والی لوٹ کھسوٹ کو ختم کرے۔ اس فنڈ سے رفاہی ادارے قائم کرے، جن میں سرفہرست بیت المال کو منظم کرنا ہے۔ بھیک مانگنے کو حکماً بند کر دیا جائے۔ اوقاف سے حاصل ہونے والی کروڑوں روپے کی آمدنی اور زکوٰۃ کے نام پر جمع ہونے والی اربوں روپے کی دولت سے غربت کے خاتمے کی مفید و مستقل راہیں تلاش کرے۔ کمی وسائل کی نہیں بلکہ حسن تدبیر، خلوص اور ایمان و احساس کی کمی ہے۔ آمدنی کے ان ذرائع کو مزید ترقی دی جاسکتی ہے۔ جس بھوک و افلاس کو اس ملک کا مقدر بنالیا گیا ہے، جس پسماندگی کو ہماری لازمی صفت بنالیا گیا ہے، وہ بھوک وہ افلاس اور پسماندگی ہرگز ہمارا مقدر نہیں بلکہ ظالمانہ سرمایہ داری و جاگیرداری کے شیطانی سامراجی نظام نے اپنی نحوست کا سیاہ داغ ہماری پیشانی پر چسپاں کر رکھا ہے۔

ہم اس ملک میں اسلامی نظام عشر و زکوٰۃ صحیح و مکمل طور پر نافذ کر کے سو، جوا، شراب اور بے حیائی و فحاشی و منشیات کے خاتمہ سے حقیقی اسلامی انقلاب لاسکتے ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں کوئی کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے۔ ہر شخص کو عزت و وقار کی پرسکون زندگی میسر آئے۔ محبت و اخوت کی فراوانی ہو نفرت و کدورت، بغض و حسد کا خاتمہ ہو، ہر شخص اپنے مفاد کے بجائے دوسروں کا بھلا چاہے۔ امن ہو، سکون ہو، محبت ہو۔

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر قرآنی وعید

جو صاحب ثروت اور صاحب استطاعت لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی کے احکامات کو پس پشت رکھتے ہیں اور حکم عدولی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خلاف سخت عذاب کی وعید سنائی ہے:



ہے کہ دولت کے بہاد کا رخ دولت مندوں سے غریبوں کی طرف ہو اور اس کا مستقل انتظام زکوٰۃ کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ زکوٰۃ کی برکت سے امیروں کی دولت غریبوں کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اگر معیشت کو اسلام کے نظام زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے کی کماحقہ بنیادوں پر استوار کیا جائے اور نظام زکوٰۃ کے عمل کو اوپر سے چمکی سطح تک منظم، مربوط اور مستحکم کیا جائے تو اسلام کے اس روشن اصول کے ذریعے معاشرے سے تنگدستی اور غربت کے اندھیروں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

آج کے دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نظام زکوٰۃ کو منظم و مربوط طریق سے فعال کیا جائے تاکہ اس کے فوائد و ثمرات سے حقدار لوگ صحیح معنوں میں مستفید ہو سکیں۔ کسی ایک فرد کو یا بہت سارے افراد میں مال زکوٰۃ کی تقسیم سے زکوٰۃ کی ادائیگی تو ہوجاتی ہے مگر غربت اور مفلسی کا مرض اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ ایک سال میں چند ہزار روپے کسی کو دے کر یہ سمجھ لینا کہ اس کے لئے ضروریات زندگی کا سامان ہو گیا، آج کے دور میں یہ ناممکن ہے۔ وقتی طور پر اس کی حاجت ضرور پوری ہوجاتی ہے لیکن وہ مفلسی اور غربت سے ہمیشہ کے لئے تباہ نجات حاصل کرے گا جب تک اسے ایک مستقل ذریعہ معاش نہ مہیا کیا جائے۔

تحریک منہاج القرآن یہی عزم مصمم لئے ہوئے حقیقی طور پر رفاہی اور فلاحی منصوبوں پر کام کر رہی ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن تعلیم، علاج، فلاح عام کا نعرہ لئے ہوئے آج حقیقی معنوں میں معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل ہے۔ لہذا صاحب استطاعت لوگ اپنی زکوٰۃ، عطیات، صدقات اور خیرات MWF کو عطیہ کریں تاکہ معاشرے کے مستحق اور حاجت مند لوگ اس سے کماحقہ مستفید ہو سکیں۔



”تمہیں کثرت مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچو۔“ (الحکاثر: ۱-۲)

انسان فطرتاً بڑا حریص اور مادیت پرست ہے۔ وہ مال و دولت اور جاہ و منصب سے محبت اور دنیا کی حرص و طمع اس کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ ہابیل نے قابیل کا قتل بھی نفس خواہش کی تسکین کے لئے کیا تھا۔ کثرت مال کی وجہ سے یہی لوگ اپنا حقیقی مقصد بھول جاتے ہیں اور اس مال میں سے اپنا حصہ غریبوں اور یتیموں پر خرچ نہیں کرتے تو اس کثرت مال کی محبت نے انہیں قبروں تک جا پہنچایا جس پر وہ نازاں و خراماں تھے۔

## ادائیگی زکوٰۃ، مال کی پاکیزگی کا سبب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ.

(اخرجه ابن خزیمہ فی الصحیح، ۱۳/۴، الرقم: ۲۲۵۸)

”جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی، اس

مال کا شر اس سے جاتا رہا۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمانت دی کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو دولت کی نعمت سے نوازا اور انہوں نے اس حصہ کو خوش دلی سے زکوٰۃ کیا تو گویا اس کے مال میں شر اور فساد جاتا رہا ہے۔

اوراق تاریخ میں ہجرت مدینہ کے موقع پر انصار مدینہ کا مہاجرین کے ساتھ ایثار نفس کا عدیم النظیر مظاہرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہ صرف محفوظ ہے بلکہ ہمیں بھی راہ عمل دکھاتا ہوا نظر آتا ہے۔

معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری

# عصر حاضر اور مقاصدِ اعتکاف

”جو شخص اللہ کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ کر دیتا ہے۔ ہر خندق مشرق سے مغرب کے درمیانی فاصلے سے زیادہ لمبی ہے۔“

حضرت علی (زین العابدین) بن حسین اپنے والد امام حسین ؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ.  
(بیہقی، شعب الایمان، باب الاعتکاف، ۳: ۴۲۵، رقم: ۳۹۶۶)

”جو شخص نے رمضان المبارک میں دس دن کا اعتکاف کیا، اس کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے۔“

## انفرادی اور اجتماعی نوعیت کے امور کا فرق

معتکف کے لئے نماز، تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار جیسی انفرادی عبادات تو متفقہ طور پر جائز ہیں اور ان میں کسی نوع کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جمہور علماء کرام نے دوسروں سے میل ملاپ والی متعدی یا اجتماعی نوعیت کی عبادات کو بھی انفرادی عبادات کی طرح مشروع اور بعض صورتوں میں لازم قرار دیا ہے۔ ان اجتماعی عبادات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، سلام کا جواب دینا، افتاء و

اعتکاف عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی ”خود کو روک لینا، بند کر لینا، کسی کی طرف اس قدر توجہ کرنا کہ چہرہ بھی اُس سے نہ پٹے“ وغیرہ کے ہیں۔

(ابن منظور، لسان العرب، ۹: ۲۵۵)

جبکہ اصطلاحِ شرع میں اس سے مراد ہے کہ انسان کا علاقہ دنیا سے کٹ کر خاص مدت کے لئے عبادت کی نیت سے مسجد میں اس لئے ٹھہرنا تاکہ خلوت گزریں ہو کر اللہ کے ساتھ اپنے تعلقِ بندگی کی تجدید کر سکے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”وہ (یعنی معتکف) گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اُسے عملاً نیک اعمال کرنیوالے کی مثل پوری پوری نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔“ (ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب فی ثواب الاعتکاف، ۲: ۳۷۶، رقم: ۱۷۸۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے ہی ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ﷻ، جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَاقٍ، كُلُّ خَنْدَقٍ أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ.

(بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۴۲۵، رقم: ۳۹۶۵)

☆ ماخوذ از روزہ اور اعتکاف (افادات: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

إرشاد اور اس طرح کے دیگر امور شامل ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ان امور میں زیادہ وقت صرف نہ ہو۔

جہاں تک ایسے امور کا تعلق ہے جن میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ مثلاً درس و تدریس، علماء کا دینی امور میں مناظرہ و مباحثہ اور درس قرآن و حدیث وغیرہ۔ تو ان امور کی مشروعیت میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، مگر فقہ حنفی اور فقہ شافعی میں معتکف کے لیے ان امور کو شرعاً جائز قرار دیا گیا ہے۔ (شافعی، الام، ۲: ۱۰۵)

نام ورفیقہ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں کہ اعتکاف میں اجتماعی نوعیت کے معاملات کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف کی بنیادی وجہ اعتکاف کے معنی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

فمن فهم من الاعتكاف حبس النفس على الأفعال المختصة بالمساجد، قال: لا يجوز للمعتكف إلا الصلاة والقراءة، ومن فهم منه حبس النفس على القرب الأخرى ككلها أجاز له غير ذلك.

(ابن رشد، بدلیۃ الجہد، ۱: ۳۱۲)

”جس نے اعتکاف کا معنی مسجد میں مخصوص افعال پر اپنے نفس کو روک لینا سمجھا، اس نے معتکف کے لیے صرف نماز اور قراءت قرآن کو مشروع قرار دیا؛ اور جس نے اعتکاف سے مراد نفس کو دوسروں کے قرب سے بچائے رکھنا لیا اس نے لوگوں سے میل جول کے علاوہ ان تمام امور کو مشروع قرار دیا۔“

اعتکاف میں اجتماعی سطح پر تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنے کا استدلال علماء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے کرتے ہیں کہ

وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

(بخاری، الصحیح، کتاب الحيض، باب مباشرة الحائض، ۱: ۱۱۵، الرقم: ۲۹۵)

”حضور نبی اکرم ﷺ حالت اعتکاف میں اپنا سر میری طرف نکال دیتے تو میں حالت حیض میں بھی آپ ﷺ کا سر اقدس دھو دیتی۔“

علامہ خطابی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإن الاشتغال بالعلم وكتابتة أهم من تسريح الشعر. (زين الدين عراقى، طرح التعريب فى شرح التقریب، ۴: ۱۷۵)

”بلاشبہ علم میں مصروفیت اور اس کی کتابت بالوں کے سنوارنے سے زیادہ اہم ہے۔“

لہذا دوران اعتکاف تعلیم و تعلم اور درس و تدریس جیسے امور بجا لانا بہتر ہے تاکہ اسلام کے اس آفاقی حکم پر بھی عمل ہو جو آقا ﷺ کو پہلی وحی میں دیا گیا تھا اور جس کی بے پناہ تاکید قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

ولا بأس أن يشتري ويبيع ويخيط ويجالس العلماء ويتحدث بما أحب ما لم يكن إثماً.

(شافعی، الام، ۲: ۱۰۵)

”معتکف کے لئے خرید و فروخت، حسب ضرورت کپڑے سلائی کر لینے، علماء کی مجلس میں بیٹھنے اور ایسی گفتگو کرنے کہ جس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، کوئی حرج نہیں۔“

لہذا جب معتکف کاروبار کر سکتا ہے، حسب ضرورت کپڑے سی سکتا ہے تو اس کے لیے حصول علم تو بدرجہ اولیٰ بہتر ہوگا۔ اور حصول علم وہ کار خیر ہے جس میں شرکت کو حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی ترجیح دی ہے۔ ایک مرتبہ جب مسجد نبوی میں محفل ذکر اور محفل علم برپا تھیں تو آپ ﷺ نے محفل علم کو ترجیح دیتے ہوئے اس میں شرکت فرمائی۔

### کلی بگاڑ کی اصلاح کیلئے اجتماعی کاوشیں

اس میں شک نہیں کہ اعتکاف کا مقصد نفس کی اصلاح، برائیوں سے اجتناب اور خلوت کا حصول ہے۔ مگر

یہ بھی ایک قابل لحاظ امر ہے کہ کوئی بھی عمل جب تک کسی مستحکم بنیاد پر قائم نہ ہو، ثمر آور اور دیرپا نہیں ہو سکتا اور علم ہی کسی عمل کو مستحکم بنیاد فراہم کر سکتا ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے دوران اعتکاف تعلیم و تعلم کو ایک اجتماعی عمل ہونے کے باوجود تمام ائمہ فقہ نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ بغیر علم کے ریاضت و مجاہدہ کسی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَقِيَّةٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.

”ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔“ (ابو داؤد، السنن، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۲)

دور حاضر میں ہمیں اسلام و راحت میں ملا ہے، ہم نے اس کے لئے کوئی کاوش اور محنت نہیں کی، والدین مسلمان تھے تو ہم بھی مسلمان کہلائے۔ لیکن اصل صورت حال یہ ہے کہ ہمارے عوام کی ایک قابل ذکر تعداد کو کلمہ تک یاد نہیں، اور اگر کلمہ آتا ہے تو اس کے معنی کا علم نہیں، اور اگر بالفرض معنی معلوم ہے تو اس کے تقاضوں کا علم نہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کو افضل العبادات قرار دیا گیا ہے اور تلاوت قرآن اعتکاف کے بنیادی معمولات میں سے ہے، لیکن ہمارے عوام کی ایک قابل ذکر تعداد صحت لفظی کے ساتھ قرآن نہیں پڑھ سکتی۔ ان حالات میں انفرادی عبادات پر حد سے زیادہ زور دینا اور گنے چنے چند وظائف کرنے میں دس دن گزار دینا اعتکاف کا منشاء ہے نہ اس سے اعتکاف کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

ہماری اجتماعی صورتِ احوال اور دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر اعتکاف میں فرد کی تربیت اور اصلاح معاشرہ سے تعلق رکھنے والی اجتماعی امور مجرد وظائف اور تسبیحات سے زیادہ اہم اور ضروری ہو چکے ہیں۔ ویسے بھی جب معاشرہ کلیتاً برائی اور بے راہ روی کا شکار ہو تو اس صورت میں احکام بدل جاتے ہیں۔ حضرت عمر بن

عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يَعْذِبُ الْعَامَّةَ بِذَنْبِ الْخَاصَّةِ. وَلَكِنْ إِذَا عَمِلَ الْمُنْكَرُ جَهَارًا اسْتَحَقُّوا الْعُقُوبَةَ كُلَّهُمْ. (مالک، الموطأ، ۲: ۹۹۱، رقم: ۲۳)

”بے شک اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے گناہوں کے سبب عامۃ الناس کو عذاب نہیں دیتا۔ لیکن جب اعلانیہ برائی کی جانے لگے تو (خاص و عام) سب لوگ بلا امتیاز عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ ﷻ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں فلاں شہر کو اس کے باشندگان سمیت پلٹ دو (تباہ و برباد کر کے رکھ دو)۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! ان میں تیرا وہ بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اس پر رب تعالیٰ نے فرمایا:

أَقْلَبُهَا عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِي سَاعَةٍ قَطُّ.

(بیہقی، شعب الإیمان، ۶: ۹۷، رقم: ۷۵۹۵)

”اس شہر کو ان پر پلٹ دے کیونکہ اس شخص کا چہرہ کبھی ایک گھڑی بھی میری خاطر (برائی کو دیکھ کر) متغیر نہیں ہوا۔“

اس حدیث مبارکہ میں مجرد ذکر و عبادت میں مشغولیت کی وجہ سے مخلوق خدا کے احوال کی درستگی سے عدم دلچسپی پر وعید بیان کی گئی ہے۔ اور دعوت و تبلیغ کا یہ فریضہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب انسان انفرادی ذکر و اذکار کو ہی گل نہ سمجھے بلکہ دعوت و تبلیغ اور اصلاح احوال امت کے نبوی فریضہ کو بھی عبادت جانتے ہوئے اپنے معمولات میں سے اسے خصوصی وقت دے۔ اس لئے تعلیم و تعلم، قرآن سیکھنے سکھانے اور اصلاح نفس جیسے دیگر امور جن کا تعلق دیگر افراد سے ہو، اعتکاف میں جائز اور مستحسن ہیں؛ اور یہی راجح قول ہے۔

## اعتکاف میں طویل خاموشی اختیار کرنا

خاموشی حکمت کا پیش خیمہ اور زبان کی حفاظت کا سب سے قوی اور آزمودہ ہتھیار ہے اور قرآن و حدیث میں اس کے بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں مگر خاموشی کو اس طرح افضل جاننا کہ واجب کلام بھی ترک کر دیا جائے، حرام کے دائرے میں چلا جاتا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خاموشی سے بہتر ہونے پر آقا ﷺ کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس میں ایک عورت نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں جمعہ کا روزہ رکھوں اور اس دن کسی سے بھی کلام نہ کروں؟ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

لا تصم یوم الجمعة إلا فی آیام هو أحدھا أو فی شھر، وأما أن لا تکلم أحداً فلعمری! لأن تکلم بمعروف وتنہی عن منکر خیر من أن تسکت.

(احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۲۳، رقم: ۲۲۰۰۳)

”صرف جمعہ کا روزہ نہ رکھو بلکہ اس طرح ایام کا انتخاب کرو کہ جمعہ کا دن ان میں آجائے یا پھر یہ کہ مہینے کے روزے ہوں تو جمعہ بھی ان میں آجائے۔ جہاں تک کلام نہ کرنے کی بات ہے تو مجھے میری عمر کی قسم! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا تمہارے خاموش رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔“

## اجتماعی اعتکاف کی مثالیں

گزشتہ سطور میں بیان کردہ تفصیل اور امت مسلمہ کے موجودہ حالات کے پیش نظر جہاں اجتماعی اعتکاف کے جواز اور عدم جواز پر بحث جاری ہے وہیں اجتماعی اعتکاف کی کئی مثالیں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں۔ وہ لوگ جو کچھ عرصہ قبل تک اسے بدعت قرار دیتے تھے اب خود اس پر عمل پیرا ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بندہ مومن کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے عطا شدہ فراست کے پیش نظر آنے

والے حالات کو قبل از وقت بھانپ لیتا ہے، جب کہ کچھ لوگوں کو یہ شعور بعد میں نصیب ہوتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصل حقیقت سب پر آشکار ہو جاتی ہے۔

## ۱۔ حرمین شریفین میں اعتکاف

نی زمانہ حرمین شریفین میں دنیا کا سب سے بڑا اجتماعی اعتکاف ہوتا ہے۔ ان مقامات مقدسہ پر ہزار ہا اہل اسلام رمضان المبارک میں اعتکاف کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اگرچہ اعتکاف کے لئے جگہ مخصوص کی جاتی ہے مگر خیمے وغیرہ نصب نہیں کیے جاتے اور نہ ہی چادریں وغیرہ تانی جاتی ہیں۔ اس اجتماعی اعتکاف میں ہر وقت اجتماعی درس قرآن اور درس حدیث بھی ہوتے ہیں، ہمہ وقت پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور تجویذ قرآن کے حلقات بھی منعقد ہوتے ہیں۔ نیز دروس فقہ بھی ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ حرم کعبہ میں معتکفین طواف بھی کرتے ہیں جو کہ بھیڑ کے ماحول میں ہی ہوتا ہے۔ گویا جلوت میں خلوت کا ماحول ہوتا ہے۔

## ۲۔ تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام منعقدہ اعتکاف

تحریک منہاج القرآن امت مسلمہ کی ایک ایسی تجدیدی و احیائی تحریک ہے جس نے آنے والے مسائل کا قبل از وقت ادراک کر کے امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس کی بانی قیادت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امت کو روایتی اصولوں سے ہٹ پر ایک نئی سوچ و فکر اور بیدار مغز دیا ہے۔

تحریک منہاج القرآن کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ اس نے فرد کے قلب پر دستک دی ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے چہارگانہ فرائض نبوت تلاوت قرآن، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب و حکمت کی پیروی کرتے ہوئے ہر محاذ پر جد و جہد کی ہے۔ تحریک منہاج القرآن

کے تزکیہ قلوب و نفوس کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ لہذا یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی کہ تحریک منہاج القرآن ایک تجدیدی تحریک ہونے کے ناطے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اعتکاف کا صحیح تصور عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے۔

## اجتماعی اعتکاف کے فضائل و ثمرات

- ۱۔ اجتماعی اعتکاف میں باقاعدہ نظام الاوقات کے تحت نماز، خجگانہ، تہجد، چاشت، اذائین، اوراد و وظائف، حمد و نعت خوانی، دروس ہائے قرآن و حدیث، حلقہ ہائے فقہ و تصوف، تربیتی لیکچرز، خوفِ خدا، فکرِ آخرت، اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی شمع دلوں میں فروزاں کرنا، جدید ترین علمی و روحانی پیچیدگیوں کا قرآن و سنت اور عقل سلیم کی روشنی میں تسلی بخش حل بتایا جاتا ہے۔ انفرادی اعتکاف میں ان تمام فوائد کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔
- ۲۔ علماء، اولیاء، صوفیاء اور ائمہ دین کی سنگت و زیارت، ان سے مسلسل فیوض و برکات کا حصول، قرآن و سنت اور فقہ (قانون) کی بیش بہا معلومات اجتماعی اعتکاف کی منفرد خصوصیات میں سے ہیں۔
- ۳۔ اجتماعی اعتکاف میں اوراد و اذکار، درود و سلام، گریہ و زاری، توبہ و استغفار اور عبادت کی زبانی ہی نہیں بلکہ عملی مشق کروائی جاتی ہے۔
- ۴۔ اجتماعی اعتکاف میں چند دن کے فیوض و برکات کی رحمت و برکت، تعلیم و تربیت اور ذوق و شوق کے وہ نقوش قلب و ذہن پر منقش ہو جاتے ہیں جن سے قلب و ذہن کے آئینے ہمیشہ چمکتے دکھتے رہیں گے جبکہ تنہا اعتکاف میں یہ سب کچھ میسر نہیں آسکتا۔

## لیلة القدر

اعتکاف کی حیثیت اور مقصد کے مطالعہ کے بعد اب آئیے اسی اعتکاف کے دوران اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ملنے والے خاص انعام لیلة القدر پر بات

نے روحوں کا زنگ اتار کر دلوں کا میل اتارنے کے لئے کوشاں ہے۔ اسی مقصد کے لئے جامع المنہاج میں تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام اجتماعی اعتکاف کا غیر روایتی تصور بھی ہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں مسنون اعتکاف اور اعتکاف برائے تربیت کی سوچ قائد تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ذہن رسا میں بہت پہلے سما چکی تھی جس کا اظہار ابتداء تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر واقع جامع مسجد میں بھی ہوتا رہا۔

اعتکاف تو وہ ہر سال ہی بیٹھتے تھے۔ ۱۹۹۰ء میں جب وہ تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر واقع جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھے تو ان کے ساتھ ۵۰ افراد بھی گوشہ نشین ہوئے۔ اس سے ان کے ذہن میں موجود اجتماعی اعتکاف کے تصور نے حقیقت کا روپ دھار لیا۔ ۱۹۹۱ء میں یہ تعداد مزید بڑھی تو اس مسجد کی وسعت تنگ محسوس ہونے لگی۔ ۱۹۹۲ء میں جب بغداد ٹاؤن میں موجود جامع المنہاج باقاعدہ اجتماعی اعتکاف کے انعقاد کی مستقل جگہ قرار پائی تب معتکفین کی تعداد ۵۰۰، اٹھی۔ لیکن آج بفضلہ تعالیٰ تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اجتماعی اعتکاف میں معتکف ہونے فرزند انِ اسلام کی تعداد پچیس ہزار سے تجاوز کر چکی ہے اور اس میں خواتین و حضرات ذوق و شوق سے شریک ہو کر اپنی باطنی طہارت اور علمی حلاوت کا سامان کرتے ہیں۔ خواتین کے لیے منہاج کالج برائے خواتین میں اجتماعی اعتکاف کا الگ انتظام کیا جاتا ہے۔

اس شہرِ اعتکاف میں حلقہ ہائے ذکر و درود بھی منعقد ہوتے ہیں۔۔۔ درسِ فقہ کی نشستیں بھی ہوتی ہیں اور دروسِ قرآن و حدیث بھی ہوتے ہیں۔۔۔ سب سے بڑھ کر مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی و فکری اور روحانی موضوعات پر مشتمل خطبات و دروس حاضرین و سامعین کی ذہنی و باطنی جلا کا سامان فراہم کرتے ہیں اور ان

کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اعکاف کا ایک مقصد اس باعظمت رات کی تلاش بھی ہے۔

لیلة القدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے۔ یہ رات بہت ہی قدر و منزلت اور خیر و برکت کی حامل ہے جسے قرآن کریم نے ہزار راتوں سے افضل قرار دیا ہے۔ جمہور علماء امت کا موقف یہ ہے کہ لیلة القدر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص انعام ہے جو اس سے قبل کسی اور امت کو عطا نہیں کی گئی۔ حدیث مبارکہ سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (بخاری، الصحیح، کتاب صلاۃ التراويح، باب فضل لیلة القدر، ۲: ۷۰۹، رقم: ۱۹۱۰)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهَبَ لِأُمَّتِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَلَمْ يُعْطِهَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ.

(دیلی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۷۳، رقم: ۶۳۷)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے لیلة القدر میری امت ہی کو عطا کی اور تم سے پہلے لوگوں کو اس سے سرفراز نہیں کیا۔“

کیونکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ہے، لہذا اسے رمضان کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہئے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لیلة القدر کی فضیلت کے بیان میں پوری سورت نازل فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنْزِيلُ الْمَلَكِ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَّمَ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ. (القدر، ۹۷: ۱-۵)

”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کیا سمجھے ہیں (کہ) شب قدر کیا ہے؟ شب قدر (فضیلت و برکت اور اجر و ثواب میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس (رات) میں فرشتے اور

روح الامین (جبرائیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں۔ یہ (رات) طلوع فجر تک (سراسر) سلامتی ہے۔“

لیلة القدر کی فضیلت میں کتب حدیث بہت سی روایات مذکور ہیں۔ ذیل میں چند ایک احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (بخاری، الصحیح، کتاب صلاۃ التراويح، باب فضل لیلة القدر، ۲: ۷۰۹، رقم: ۱۹۱۰)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کی آمد پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یہ ماہ جو تم پر آیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا وہ ساری خیر سے محروم رہا۔ اور اس رات کی بھلائی سے وہی شخص محروم رہ سکتا ہے جو اقتنا محروم ہو۔“

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب ما جاء فی فضل شہر رمضان، ۲: ۳۰۹، رقم: ۱۶۴۳)

ایسے شخص کی محرومی میں واقعتاً کیا شک ہو سکتا ہے جو اتنی بڑی نعمت کو غفلت کی وجہ سے گنوا دے۔ جب انسان معمولی معمولی باتوں کے لئے کتنی راتیں جاگ کر گزار لیتا ہے تو اسی (۸۰) سال کی عبادت سے افضل بابرکت رات کے لئے جاگنا کوئی زیادہ مشکل کام تو نہیں!

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلة القدر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”شب قدر کو جبرائیل امین فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اتر آتے ہیں۔ وہ ہر اُس شخص کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو کھڑے بیٹھے (کسی حال میں) اللہ کو یاد کر رہا ہو۔“

(تبیہتی، شعب الایمان، ۳: ۳۲۳، رقم: ۳۷۱۷)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلة القدر کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي رَمَضَانَ، فَالْتَمِسُوها فِي الْعَشْرِ  
لِأَوَّلِ عَشْرِهَا فِي وَتْرِ، فِي إِحْدَى وَعِشْرِينَ، أَوْ  
ثَلَاثِ وَعِشْرِينَ، أَوْ خَمْسِ وَعِشْرِينَ، أَوْ سَبْعِ  
عِشْرِينَ، أَوْ تِسْعِ وَعِشْرِينَ، أَوْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ، فَمَنْ  
قَامَهَا ابْتِغَاءَ هَا إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا، ثُمَّ وَقَفَتْ لَهُ، غُفِرَ لَهُ  
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ.

(احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۱۹، رقم: ۲۲۷۱۳)

”وہ (لیلة القدر) رمضان میں ہے سو تم اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ لیلة القدر اکیسویں یا تیسویں یا چھبیسویں یا ستائیسویں یا اٹھیسویں طاق راتوں میں ہے یا رمضان کی آخری رات ہے۔ جس شخص نے لیلة القدر میں حالتِ ایمان اور طلبِ ثواب کے ساتھ قیام کیا، پھر اسے ساری رات کی توفیق دی گئی تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔“

## شب قدر کو مخفی رکھنے میں حکمت

دیگر اہم مخفی امور مثلاً اسمِ اعظم، جمعہ کے روز قبولیت دعا کی گھڑی کی طرح اس رات کو مخفی رکھنے کی بھی متعدد حکمتیں ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱- اگر لیلة القدر کو مخفی نہ رکھا جاتا تو عمل کی راہ مسدود ہو جاتی اور اسی رات کی عبادت پر اکتفا کر لیا جاتا۔ ذوقِ عبادت میں دوام کی خاطر اس کو آشکار نہیں کیا گیا۔

۲- اگر باہر مجبوری کسی انسان کی وہ رات رہ جاتی تو شاید اس صدمے کا ازالہ ممکن نہ ہوتا۔

۳- اللہ تعالیٰ کو بندوں کا رات کے اوقات میں جاگنا بے حد محبوب ہے۔ لیلة القدر کا تعین اس لئے نہیں فرمایا تاکہ بندے اس ایک رات کی تلاش میں پانچوں طاق راتوں میں جاگ کر اپنے رب کو مانگیں۔

۴- عدم تعین کی ایک وجہ سے گناہگاروں پر شفقت بھی ہے، کیونکہ اگر علم کے باوجود اس میں گناہ سرزد ہوتا تو اس سے لیلة القدر کی عظمت مجروح کرنے کا جرم بھی لازم آتا۔

## شب قدر کا وظیفہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے (ایک دفعہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں لیلة القدر کو پا لوں تو اس میں کیا دعا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوں کہو:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّي.

(ترمذی، السنن، أبواب الدعوات، باب ما جاء في عقد التسبیح بالید، ۵: ۴۹۰، رقم: ۳۵۱۳)

”اے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھ کو معاف فرما۔“





## تسکینِ دلِ سرورِ کونین ﷺ

### سیدہ کائنات و مولائے کائنات رضی اللہ عنہما

منیر احمد ملک - مظفر گڑھ

متاعِ زیست، درِ محبت کی یہ دولت اور سوزِ عشق کا یہی سرمایہ میرے دل کی کل کائنات ہے۔ ان اہل کرم کی کریمانہ ادائیگی سے کچھ بعید نہیں کہ آنسوؤں اور آہوں کا یہ نذرانہ بصدِ خلوص قبول کر لیں۔

رکھیے کتابِ سیرتِ زہراؑ نگاہ میں

میں اس حکایتِ لالہ و گل کا آغاز دنیائے عرب کے معروف ادیب اور مشہور مورخ شیخ احمد خلیل جمعہ کے ان سدا بہار لفظوں سے کرتا ہوں۔۔۔

”کاش میں اس شرف کی استطاعت رکھتا کہ سیدہ فاطمہ الزہراؑ کی داستانِ حیاتِ گلاب کی پتیوں پر مشکبو سیاہی اور پرجہریلین کے قلم سے لکھ سکتا تاکہ ان کی سیرت کی خوشبو ہر گھر کے آنگن کو مہکائے، ہر صحنِ چمن میں کھلے گلاب کی ہر پتی میں ان کی سیرت کی جھلک نظر آئے جو اپنی مہکار سے فضا کو مٹھکا کر دے بلکہ اس سے بھی فزوں تر ان کی سیرت امتِ مسلمہ کی ہر بہن، بیٹی، بیوی اور ماں کے لئے کامل نمونہ قرار پائے۔“

تیری نگاہ کی اک جھلک دسبِ نگارِ فاطمہؑ

تیری معاشرت کی شانِ گردِ قبائے حیدرؑ

میرے آقا ﷺ و مولا محسنِ انسانیت رحمتِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عورت کے تینوں روپ امر کر دیئے۔ اپنی ماں کی محبت میں اس زمانے کی ہر عورت کو

روح و بدن کے قالب میں ڈھلتے ہی ازل سے میری یہ خواہش رہی کہ روحِ رسولی دوسرا سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا اور ابوتاب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے در پہ محبت کی زباں وا کروں اور ان کی مدحِ نگاری کے شرف کے حصول کے ساتھ اس میں صرف ہونے والے خوش بخت لمحوں کو اپنی نجات کا ساماں بناؤں۔

اس بزمِ دلِ افروز میں میری نگاہیں ان عظیم شخصیات کے قدموں کی دھول میں عقیدت کے پھول اور ارادت کی کلیاں نذر کرنے کو لائی ہیں جنہوں نے انسان کو شرفِ انسانیت سے ہی نہیں نوازا بلکہ پوری انسانیت کو ان پہ ناز ہے۔ میں اس امر سے بے خبر نہیں کہ ان قدسی صفت ہستیوں کی الفت کے بازار میں میں ہستیاں کی طرح سوت کی چند تاریں لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔ بلاشبہ ہزار جانِ گرامی فدائے آلِ رسولؐ

مگر میں کہاں اور ثنائے آلِ رسولؐ کہاں! میرے قلم میں اتنی سکت اور زباں کو پارا ہی نہیں کہ میں ان کی محبت کی سُدرتا کو الفاظ کا پیرا بہن پہناسکوں۔ پس عقیدت کے چند پھول، ارادت کی چند کلیاں، ذہنِ رسا کی چند تصویریں اور صالحین امت کے مانگے ہوئے خیالات، ان ہستیوں کے نقشِ کفِ پا پہ نثار کرنے کے لئے اپنی ہی کوشش کر رہا ہوں۔

صفحہ قرطاس پہ مہکتے ہوئے یہی پھول میری

غرض یہ کہ آپ کی حیات کا کونسا ایسا پہلو ہے جو تعلیمات مصطفوی ﷺ کی مکمل عکاسی نہ کرتا ہو۔

احادیث مبارکہ ایسے بے شمار فرمودات مصطفیٰ ﷺ سے مزین ہیں جن سے سیدہ طاہرہؓ کی عظمت و فضیلت اور مقام و مرتبہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ ان کے حامد و محاسن اور فضائل و مناقب اتنے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ کسی بھی فرمان مصطفیٰ ﷺ کا مقام قرآن کی زبان میں مابینطق عن الہویٰ کی تفسیر سے ہی سمجھ میں آسکتا ہے۔ عام انسان جگر گوشہ رسول سلام اللہ علیہا کی منقبت میں کتنی ہی گہر ریزی کیوں نہ کرے وہ کسی ایک حدیث کی ہمسری بھی نہیں کر سکتا۔

۔ سورہ طہ و یسین میں ہے مدح مصطفیٰ ﷺ  
 هل اتىٰ میں صاف نازل ہے ثنائے فاطمہؓ  
 سیدہ عائشہ صدیقہؓ عالم نسواں میں سب سے بڑھ کر عالم و فاضل اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:  
 ما رأيت أفضل من فاطمة رضي الله عنها غير أبيها.  
 (طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۱۳۷، رقم: ۲۷۲۱)  
 ”میں نے حضور ﷺ کے سوا فاطمہؓ سے کائنات میں کوئی اور بہتر و افضل انسان نہیں دیکھا۔“  
 مزید ارشاد فرماتی ہیں کہ

ما رأيت أحدا أشبه سمتا و دلا و هديا برسول الله ﷺ في قيامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ. (ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۷۰۰، رقم: ۳۸۷۲)  
 ”میں نے فاطمہ بنت رسول سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کسی کو اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، عادات و خصائل و منع قطع، حسن و خلق اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا۔“

سیدنا بریدہ فرماتے ہیں:  
 كان أحب النساء إلى رسول الله ﷺ فاطمة و من الرجال عليّ۔

اتنی تعظیم و تکریم دی کہ چشم فلک حیران رہ گئی۔۔۔ اپنی محبوب بیوی سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ کو ان الفاظ میں اپنی محبت کا خراج ادا کیا کہ ”وہ میری محسنہ تھی“۔ کون ہے جو اپنی بیوی کے لئے اتنی محبت و سرشاری سے یہ جملہ کہنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔۔۔ شفقتِ پدری اتنی کہ اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہؓ الزہراءؓ کی تکریم میں اپنی چادر اپنے کانہوں سے اتارتے، زمیں پر بچھاتے اور پیار سے ان کے ماتھے پر بوسہ دیتے، انہیں اس پر بٹھاتے۔ اس عزت و احترام سے اپنی بیٹی کو کس نے نوازا ہے جبکہ یہ عزت و احترام پھول میں خوشبو کی طرح ہر باپ کے دل میں بیٹی کے لئے لازم ہے۔ پس بیٹی ایک قابل احترام ہستی ہے جس کی توقیر آقائے دو جہاں ﷺ نے احتراماً کھڑے ہو کر پوری انسانیت پہ واجب کر دی۔

یہ کیا سماں یہ کیا گھڑی ہے کہ سانس حلقوم بشر میں اڑی کھڑی ہے ہوئی ہے مسند نشین زہراءؓ مگر نبوت کھڑی ہوئی ہے یہ بھی حضور ﷺ کی محبت کا اعجاز ہے کہ ساری دنیا اپنا حسب نسب، اپنی وراثت اپنی جائینی اپنے بیٹے میں دیکھتی ہے مگر آپ ﷺ کا سلسلہ نسب اپنی بیٹی کی معرفت سے چلا اور تاقیامت چلتا رہے گا۔ یہ جسبی نسبی سے زیادہ روحانی وراثت ہے۔ کر بلا کے میدان میں قربانی کو امر کہانی بنانے والے حضور ﷺ کی بیٹی کے لخت جگر ہی تھے، اسلام جن کے نام سے زندہ و پائندہ ہے۔

سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی رفعتِ شان اور علو مقام کی بات کہاں سے شروع کی جائے، جن کے والد ماجد سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ مقام محمود پر فائز ہوں گے اور والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ عالی نسب و مقام کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہیں۔۔۔ سیدہ کی گفتار حضور ﷺ کے طرزِ تکلم کی کامل تشبیہ۔۔۔ آپ کا زہد و عبادت و ریاضت سنت مطہرہ کی کامل اتباع۔۔۔ آپ کا کردار اخلاقِ مصطفیٰ ﷺ کا مظہر۔۔۔ آپ کا صبر و ایثار کردارِ مصطفیٰ ﷺ کی جھلک۔۔۔ آپ کے جو دو سخا میں عطائے مصطفیٰ ﷺ کا رنگ۔۔۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹۸، رقم: ۳۸۶۸)

اقدس کو چومتیں اور اپنی جگہ پر بٹھائیں۔

سیدہ فاطمہ زہراؑ کے محاسن و فضائل کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو مشام جاں کو معطر کرتی ہے اور دل میں فرحت و انبساط کا ایک خوشگوار سا احساس پیدا ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ان احادیث سے آپ کے محاسن کے بلند و بالا محلات جگمگاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

حضرت فاطمہ الزہراؑ بلاشبہ قرآنی تعلیمات کی عملی تفسیر تھیں، اس لئے قدرت نے بڑی فیاضی سے انہیں ذکاوت و ذہانت اور علم کی دولت سے مالا مال کیا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا انہوں نے دانش کدہ نبوت ﷺ میں تربیت پائی اور بیت محمد ﷺ میں پر دان چڑھیں۔

### ہزار امت بمیرد تو نہ میری

سیدہ زہرا بتوں کی سیرت پاک خواتین کے لئے روشن ستاروں کی طرح نشانِ راہ ہے۔ عورت اگر ماں کے روپ میں ہے تو جگر گوشہ رسول سلام اللہ علیہا کا اسوۂ حسنہ اس ماں کی مکمل رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتوں  
مادراں را اسوہ کامل بتوں

عورت اگر شریک زندگی کے روپ میں ہے تو ملکہ فردوس بریں بانوئے حیدر کرار سلام اللہ علیہا سیدہ فاطمہ زہراؑ کا کردار عورت کو عظیم بیوی بننے کا شعور عطا کرے گا اور آپ کی سیرت رہبر و رہنما ہوگی کہ شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کا حق کیسے ادا کیا جاسکتا ہے۔ سیدہ کائنات کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے حورو ملک دست بستہ کھڑے رہتے مگر انہوں نے اپنی خواہش و مرضی کو شوہر نامدار کی رضا و خواہش میں گم کر دیا تھا۔

عورت اگر بیٹی کے روپ میں ہے تو تاجدار دو عالم ﷺ کی بیٹی سے اطاعت والدین کا سلیقہ سیکھنا ہوگا۔ ماں باپ پہ محبت نچھاور کرنے، سادگی، محنت،

”رسول اللہ ﷺ کو خواتین میں سب سے زیادہ محبت اور شفقت سیدہ فاطمہ الزہراؑ سے تھی اور مردوں میں سیدنا علیؑ کے ساتھ تھی۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ.

(احمد بن حنبل فی المسند، ۱/۲۹۳، الرقم: ۲۶۶۸)

”جنت کی خواتین میں سب سے افضل خدیجہ اور فاطمہؑ ہیں۔“  
پس سیدہ فاطمہ الزہراؑ کی سیرت ایک نہ خشک ہونے والا چشمہ ہے اور ایک نہ غروب ہونے والا آفتاب ہے ان سے بہتر کیا کسی کی زندگی ہو سکتی ہے۔

سیدہ طاہرہ سے آپ ﷺ نے فرمایا:

إن الله يغضب لغضبك، و يرضى لرضاك.

(حاکم، المستدرک، ۳: ۱۶۷، رقم: ۴۷۳۰)

”بیشک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی پر ناراض اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے۔“ اور پھر فرمایا:

انما فاطمة بضعة منی، یؤذنی ما آذاھا.

(مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۰، رقم: ۲۴۲۹)

”فاطمہ تو بس میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے۔“

فاطمہ وہ۔۔۔ جن کی حاضری پر سردار دو جہاں ﷺ سرو قد کھڑے ہو جایا کرتے۔ چاند سی جبین پہ شفقت سے بوسہ دیتے اور فداک امی و ابی یا فاطمہؑ ”تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اے فاطمہ!“ کہہ کر اپنی نشست پر نہایت عزت و احترام سے بٹھاتے۔

(حاکم، المستدرک، ۳: ۱۷۰، رقم: ۴۷۴۰)

اگر آپ ﷺ سیدہ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی سرو قد کھڑی ہو جاتیں، آپ کے دست

ہوئی ہے تو تب بھی بنت رسول ﷺ کی حیات طیبہ اس کی زندگی کی راہوں میں نشان منزل ہے۔ سیدہ فاطمہ زہراؑ کے نقش قدم پر چل کر غربت ہی میں وہ کیفیت و سرور حاصل ہوگا جو شاید کسی شہنشاہِ ہفت اقلیم کو بھی میسر نہ ہو۔

سیدہ کی چادر عزت و ناموس کی نگہباز ہے۔ آپ سلام اللہ علیہا کے اسلوب حیات کی روشنی ہمارے فانوس حیات کا سرمایہ اور دین کی شوکت و ملت کی بنیاد ہے۔ آپ صبر و رضا کا پیکر تھیں۔ آپ نے اپنی یدائے پاک فروخت کر کے سائل کا سوال پورا کیا۔ آپ کے ہاتھوں میں چکی پیستے چھالے پڑ جاتے لیکن صبر و رضا کے ساتھ لبوں پہ قرآن کی تلاوت جاری رہتی تھی۔ آپ رات کی تنہائیوں میں مصلے کو اپنے سوز و گداز کے آنسوؤں کے موتیوں سے مزیں کرتیں۔ سیدہ! آپ ہی وہ خاتونِ جنت ہیں جن کے بارے میں قدسی مقالِ رطب اللسان ہے:

”اگر میرے پاؤں میں قانونِ خداوندی کی زنجیر نہ ہوتی اور رسول اکرم ﷺ کے حکم کا پاس نہ ہوتا تو میں سیدہ فاطمہؑ کے مزار کا طواف کرتا اور آپ کی لحدِ اطہر کی خاک پر سجدوں کے پھول نچھاور کر کے اپنی جبین کو منور کرتا۔“

قدسی مقالِ اقبال کا کہنا ہے کہ عورت ماں ہو، بہن ہو، بیوی ہو یا بیٹی، حسن و رعنائی کا نکتا ہے اور یہ حسن و رعنائی اسی وقت تک محفوظ ہے جب تک کہ پردے میں ہے۔ رونقِ بازار اور شمعِ محفل بن جانے کے بعد وہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے عورت واجب الاحترام ہے۔

وہی ہے راہِ ترے عزم و شوق کی منزل  
جہاں ہیں عائشہؓ و فاطمہؑ کے نقش قدم

عزت و ناموس اور غیرت و حیا انعامِ خداوندی ہیں۔ عورت کے لئے سب سے عظیم نعمت اور سب سے اعلیٰ زیور پردہ ہے۔۔۔ ماؤں، بہنو، بیٹیوں۔۔۔ دورِ حاضر آپ کی متاعِ دین کے قافلہ کو لوٹ لینا چاہتا ہے، اپنی تقدیس و عظمت کے لئے میدانِ عمل میں آجاؤ۔ زمانے کی بے باک

دیانت اور عزم و استقلال سے زندگی بسر کرنے کا قرینہ معلوم کرنا ہوگا۔ باپ کے دکھ بانٹنے اور ماں سے والہانہ محبت کرنے کا سبق حاصل کرنا ہوگا۔ اقبال نے ان اوصاف کو عورت کے اندر پیدا ہو جانے کے بعد اُسے حیاتِ دائمی کا مژدہ سناتے ہوئے فرمایا:

اگر پندز درویشے پذیری۔۔۔ ہزار امت بمیر تو نہ میری  
بتولے ہاش و پنہاں شازیں عصر۔ کہ در آغوشِ شیرے گیری  
” (اے عورت) اگر ایک درویش کی نصیحت پر عمل کرے گی تو ہزار امتوں اور قوموں کے مرنے کے باوجود تو زندہ رہے گی۔ سیدہ کائنات کی طرح اس دنیا سے اپنے آپ کو چھپالے (اس کا اجر تجھے یہ ملے گا کہ) تیری آغوش میں بھی امام حسین جیسے فرزند پرورش پائیں گے۔“

اگر عورت امارت یا غربت کے ماحول میں پرورش پاتی ہے تب بھی سیدہ کائنات کی سیرت و کردار اسے ہر دو ماحول میں جینے کا ڈھنگ اور زندگی کے طرزِ اسلوب سے آگاہ کرتا ہے۔

عورت اگر ناز و نعمت میں پلی ہے تو شہنشاہ کائنات ﷺ کی نور نظر سے زیادہ امیر نہیں ہو سکتی جن کے لئے جبریل امین جنت سے جوڑے لایا کرتے تھے۔۔۔ خور و ملک آپ کی جنت لب کے منتظر رہا کرتے تھے۔۔۔ کائنات کا ذرہ ذرہ تعمیلِ ارشاد میں محو رہا کرتا تھا۔۔۔ سیدہ کائنات کے بابا دونوں جہاں کے تاجدار ﷺ اور والدہ سرزمینِ عرب کی امیر ترین عورت مگر آپ فقرِ اختیاری کے مقام پر فائز ہیں۔ گھر کے تمام کام کاج اپنے ہاتھوں سے انجام دے رہی ہیں۔ ایک طرف چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر نشان ہیں اور دوسری طرف خود فاقہ برداشت کر لیا مگر سوالی کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ سیدہ فاطمہ زہراؑ کے نقش قدم پر چل کر عورت کو ایک ایسی سکون بخش زندگی ملے گی جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

عورت اگر غربت کے سائے میں پل کر جواں

نظریں تم پہ اٹھی ہوئی ہیں ان کے لئے چیلنج بن جاؤ۔۔۔  
 متاع تقدیس و حیا کی حفاظت کے لئے دامن زہراً کو تھام  
 کر محمد عربی ﷺ کی بیٹی کے نقوش پا کو اپنی آنکھوں کا  
 سرمہ بنا لو۔۔۔ بقول اقبال دور حاضر تمہیں فروخت کر دینا  
 چاہتا ہے مگر اے مسلمان عورت! تو ہی سرمایہ ملت کی محافظ  
 اور نخل جمعیت کی آبیاری کرنے والی ہے۔ تو اپنے آباؤ  
 اجداد کی راہوں سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹ، اس زمانے  
 کی دستبرد سے ہوشیار رہ۔ اپنے فرزندوں کو اپنی آغوش میں  
 لے لے۔ انہوں نے ابھی اپنے پردبال بھی نہیں نکالے اور  
 اپنے آشیاں سے دور گرے پڑے ہیں۔ پس تو شہزادی  
 کوئیں سیدہ فاطمہ الزہراء کی سیرت و کردار کو اپنی نگاہوں کا  
 محور بنا بلکہ ان کے اسلوب حیات پر عمل کرنے کی کوشش کر  
 تاکہ تیری شاخ کا ثمر حسین ہو۔

تجھے مل جائے عفت ہاجرہ کی  
 تجھے مل جائے الفت فاطمہ کی  
 جہاں میں مثل گل پھیلے تری خوشبو  
 خدا دے تجھ کو عزت عائشہ کی

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
 ایک طرف سیدہ کائنات ہیں تو دوسری طرف  
 مولائے کائنات۔ اگر سیدہ کائنات کو حضور نبی اکرم ﷺ  
 نے فداک امی و ابی یا فاطمہ کہا تو مولائے کائنات کے  
 لئے من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ کے الفاظ بھی زبان  
 نبوت سے ادا ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قدرت  
 نے ایسے امتیازات اور اعزازات سے نوازا ہے کہ ان میں  
 سے کوئی ایک امتیاز اور اعزاز دنیا بھر کی ناموری اور آخرت کی  
 سرخروئی کے لئے کافی ہے۔ آپ کا بچپن حضور نبی اکرم ﷺ  
 کی خوشبو سے منور رہا۔۔۔ نوعمری ہی میں سب سے پہلے  
 ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔۔۔ زمانہ جاہلیت میں بھی  
 بت پرستی نہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔۔۔ حضور نبی

اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور نبی ﷺ کی صاحبزادی  
 آپ کے عقد میں آئیں، جن کے احترام میں خود تاجدار  
 کائنات ﷺ کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔۔۔ آپ ہی کو  
 خیبر کا مضبوط قلعہ فتح کرنے کا اعزاز اور زبان  
 رسالت ﷺ سے حیدر کرنا لقب عطا ہوا۔ ہجرت کی رات  
 بستر نبوت ﷺ پر سونے کی عزت نصیب ہوئی۔۔۔ ہر  
 اسلامی غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے دوش بدوش  
 رہے۔۔۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر، مجاہدین احد،  
 شرکائے خندق اور خلفائے راشدین میں ہوتا ہے۔۔۔ آپ  
 رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا داماد ہونے کی سعادت ملی۔۔۔  
 وہ آپ ہی ہیں جن کے گھر کا دروازہ صحن مسجد میں کھلتا  
 تھا۔۔۔ جن کی صبحیں اور شامیں سایہ رسول ﷺ میں  
 بسر ہوتی تھیں۔۔۔ جن کے روز و شب قرب رسول ﷺ  
 میں گزرتے تھے۔۔۔ جنہیں ایک سے زائد بار زبان  
 رسالت ﷺ سے مومن اور جنتی ہونے کی بشارت ملی۔۔۔  
 آپ ہی کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا.

(المستدرک للحاکم، ۳/۱۳۷، رقم: ۴۶۳۷)  
 ”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے“  
 ایک اور موقع پر سید عالم ﷺ نے فرمایا:  
 عَلِيٌّ مِثِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ.  
 (جامع الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی  
 بن ابی طالب، ۵/۶۳۶، رقم: ۳۷۱۹)  
 ”میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہے“

آپ کی محبت کو زبان نبوت ﷺ نے ایمان  
 اور آپ کے ساتھ عداوت کو نفاق قرار دیا۔ آپ ہی کا ہاتھ  
 اپنے ہاتھوں میں لے کر سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:  
 مَنْ مَحَنَّتْ مَوْلَاةً، فَعَلِيٌّ مَوْلَاةً.

(النسائی فی خصائص امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب،  
 ۳۳، ۸۸، رقم: ۸۰۱)

”جس شخص کا میں دوست ہوں علیؑ اس کا دوست ہے۔“  
یہ لازوال شرف بھی حضرت علیؑ کو حاصل ہے  
کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انت احی فی الدنيا والآخرة.

”تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔“

(جامع الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۵/۶۳۶، رقم: ۳۷۲۰)

الخصم یہ کہ ایک پورے کا پورا دفتر جناب علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب پر تیار کیا جاسکتا ہے۔  
سیدہ کائنات اور مولائے کائنات رضی اللہ عنہما کے مقام و مرتبہ سے آگاہی کا ایک خوبصورت پہلو ان کا حکم ربانی کے ذریعے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا بھی ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے ”رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؓ سے فرمایا:

هذا جبریل یخبرنی ان الله زوجک فاطمة، و أشهد علی تزویجک اربعین ألف ملک، و أوحی إلی شجرة طویة أن انشری علیهم الدر والیاقوت، فنشرت علیهم الدر و الیاقوت، فابندرت إلیه الحور العین یلتقطن من أطباق الدر و الیاقوت، فهم یتهادونه بینهم إلی یوم القیامة.

(محب طبری، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، ۷۲)  
”یہ جبرئیلؑ مجھے بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے۔ اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا گیا، اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا: ان پر موتی اور یاقوت نچاؤر کر پھر دلکش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں۔ جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیں گے۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ نے آ کر کہا:  
یا محمد! إن الله تعالیٰ یقرأ علیک السلام، و یقول لک: إنسی قد زوجت فاطمة ابنتک من علی بن ابی طالب فی الملاء الأعلى، فزوّجها منه فی الأرض۔

(محب طبری، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، ۷۳)  
”اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے: میں نے آپ کی بیٹی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے، پس آپ زمین پر بھی فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیں۔“

## گم رضائش در رضائے شوہرش

ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری نے اپنی مایہ ناز کاوش فکر ”سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا“ میں ان دونوں شخصیات کے اس تعلق کو بڑی خوبصورتی سے یوں سمویا:

”سیدہ کائنات اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ تھیں کہ بیوی کا مزاج شوہر کے مزاج اور فکر و عمل پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو اسے سعادت مندی کی مسند پر بٹھادے اور چاہے تو بدبختی کے گڑھے میں دھکیل دے۔ سیدنا علی المرتضیٰؑ مرد میدان تھے، حضور ﷺ کی مدنی زندگی میں جتنے محرکہ ہائے حق و باطل پیا ہوئے ان میں سیف ذوالفقار کی کاری ضربیں تاریخ شجاعت کا تابناک باب ہیں۔ آپ فاتح خیبر، غازی احد و بدر اور حنین و خندق کے صف شکن مجاہد تھے۔ ایسے ہمہ جہت مرد مجاہد اور عظیم سپہ سالار کی خدمت کے لئے سیدہ فاطمہؑ جیسی خیر خواہ محبت و مخلص اور بہادر زوجہ قدرت کا اپنا انتخاب تھا۔ سیدہ زہراؑ نے شوہر نامدار کی جہادی زندگی میں بھرپور معاونت فرمائی۔ انہیں گھریلو ذمہ داریوں سے فراغت اور بے فکری مہیا کی۔ سارا دن جنگ و جدل اور تیغ و تفتک سے تھکے ماندے علیؑ جب گھر واپس آتے تو سیدہ سو جان سے ان کی

نوری و ہم آہنی فرماں برش  
گم رضائش در رضائے شوہرش  
محترم قارئین! تسکین دل سرور کونین کا باعث  
یہ دو عظیم شخصیات اپنے اقوال، اعمال، احوال اور زندگی  
کے ہر رنگ و روپ میں بالعموم انسانیت اور بالخصوص امت  
مسلّمہ کے ہر فرد کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔  
ان کے اعمال کی پیروی و اطاعت حضور نبی اکرم ﷺ کے  
قلب و روح کی تسکین کا باعث اور آپ ﷺ کی  
شفاعت کا حقدار ٹھہراتی ہے۔

آئیے! عہد کریں کہ ہمارے معاشرے کی ہر  
عورت، ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے سیدہ کے  
در اقدس سے سیرت و کردار، عفت و حیا اور پاکدامنی و زہد  
کی خیرات پانے کے لئے مصروف عمل رہے اور ہمارے  
معاشرے کا ہر مرد سیدنا علی المرتضیٰ کے افکار و کردار، شجاعت  
و عدالت اور علم و حکمت کے سمندر سے چند ایسے قطرے ہی  
حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے جو اُسے دنیا و آخرت  
میں کامیابی سے ہمکنار کر دے۔



خدمت بجا لائیں۔ ان سے محاذِ جنگ کے واقعات سن کر  
ایمان تازہ کرتیں اور ان کی شجاعت کی داد بھی دیتیں۔  
زخموں کی مرہم پٹی کرتیں، خون آلود تلوار اور لباس کو اپنے  
ہاتھوں سے صاف کرتیں۔ یوں یہ پیکرِ جرأت و شجاعت تازہ  
دم ہو کر اگلے معرکے کے لئے کمر بستہ ہو جاتے۔

سیدہ فاطمہؑ کی یہی پاکیزہ ادائیں تھیں جن پر  
حضرت علیؑ دل و جان سے فدا تھے۔ آپ نے ان کی  
موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔ چنانچہ سیدہ کے یہی  
اوصاف حمیدہ تھے جن کے سبب ان کے وصال کے بعد  
جب کسی نے حضرت علیؑ سے پوچھا فاطمہؑ کیسی تھیں؟ آپ  
کے ساتھ سیدۃ النساء کا راہ و رسم اور نباہ کیسا تھا؟ حضرت  
علیؑ نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا:

”فاطمہؑ دنیا کی بہترین عورت تھیں وہ جنت کا  
ایک ایسا مہکتا ہوا پھول تھیں جس کے مر جھانے کے باوجود  
اس کی خوشبو سے اب تک میرا مشام جاں معطر ہے۔ اس  
نے اپنی زندگی میں مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔“

بقول اقبال ان کا پیکر نوری ”گم رضائش در  
رضائے شوہرش“ کے خوبصورت اسلوب میں گنہا ہوا تھا۔

## اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم حفیظ اللہ جاوید (ناظم لاہور) کے بڑے بھائی چوہدری کرامت اللہ، محترم مراد علی دانش  
(لیکچرار کالج آف شریعہ) کی ہمیشہ، محترم پروفیسر غلام مجتبیٰ طاہر ایڈووکیٹ (لیکچرار کالج آف شریعہ) کے بڑے بھائی  
محترم حافظ غلام مرتضیٰ طلعت (مظفر گڑھ) اور عزیز محترم حاجی ریاض احمد ہانس (مظفر گڑھ)، محترم یاسر خان (سیکورٹی  
انچارج) کی خالہ جان، محترم شاہد رضا منہاجین (لابریرین کالج آف شریعہ) کے تایا جان محترم محمد افضل جوئیہ  
(ملتان)، محترم محمد شفیق (فوٹو کاپیئر مرکزی سیکرٹریٹ) کے بڑے بھائی محترم محمد بشارت علی (اچھرہ۔ لاہور)، محترم خالد  
محمود سعیدی (شیخوپورہ) کی ممانی جان، محترم حاجی عبدالرحمان ساجد القادری کی زوجہ محترمہ، محترم حافظ شیر افضل (نور پور  
تھل) کے تایا جان ملک منظور حسین اعوان، محترم وارث مغل کے تایا جان (نور پور تھل)، محترم محمد طفیل (مرید کے) کی  
زوجہ محترمہ اور مقصود احمد گورانیہ (مرید کے) کے والد محترم قضاے الہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

# روزہ

## جسم انسانی پر اثرات

روزے کے جسم انسانی کے مختلف اعضاء پر مرتب ہونے والے اثرات کی ایک علمی و طبی تحقیق

ہوا کہ روزہ تو ایک طبی معجزہ ہے جو اپنے اندر متعدد طبی فوائد و ثمرات کو سموئے ہوئے ہے۔ روزہ کے انہی طبی فوائد کے پیش نظر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صوموا تصحوا۔ (اخرجہ الربیع فی المسند، ۱/۱۲۲، رقم: ۲۹۱) ”روزے رکھو، صحت و تندرستی پاؤ گے“

یعنی روزے سے جس طرح ظاہری و باطنی نقصانات زائل ہوتے ہیں اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت بھی حاصل ہوتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے مطابق روزہ کے جسم انسانی پر یقینی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے ایسے مریض جو عرصہ دراز سے کسی ایک بیماری کا شکار چلے آ رہے ہیں اور وہ بیماری ان کے جسم میں جڑ پکڑ چکی ہے، روزہ رکھنے سے ان کے مرض میں کمی ہو جاتی ہے۔ اگر روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ انتہائی سادہ اور ہلکی غذائیں استعمال کی جائیں تو بیماری سے مکمل طور پر نجات ملنا بھی ممکن ہے۔

آئیے! ذیل میں ہم ان اثرات کا جائزہ لیتے ہیں جو روزہ رکھنے سے ہمارے جسم کے مختلف اعضاء پر مرتب ہوتے ہیں:

### ۱۔ روزہ کے دل پر اثرات

روزہ کی حالت میں صبح صادق سے غروب

بہت سے لوگ اس خوف کے پیش نظر روزہ نہیں رکھتے کہ روزہ کے سبب یا روزہ کی حالت میں کہیں ان کی بیماری میں اضافہ، پیچیدگی یا مزید کمزوری پیدا نہ ہو جائے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ جدید میڈیکل سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ روزہ دار کے جسم میں دوسرے افراد کی نسبت قوت مدافعت کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور پھر روزہ کی حالت میں اندرونی اعضاء پر کام کا بوجھ ہلکا ہونے کے باعث انہیں آرام مل جاتا ہے اور بعد ازاں یہ اعضاء تازہ دم اور بہتر کارکردگی کے حامل ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کو مومنوں کے حق میں سرا سر خیر اور بھلائی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. ”اور تمہارا روزہ رکھ لینا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں سمجھ ہو“۔ (البقرہ: ۱۸۳)

اگر اس آیت مبارکہ کا طبی حوالے سے مطالعہ کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ روزہ عبادت کے ساتھ ساتھ صحت انسانی کے لئے مفید ہے جس سے بہت سے طبی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

ابتداء میں روزے کے طبی فوائد کو صرف نظام ہضم تک محدود سمجھا گیا اور کہا جاتا رہا کہ اس سے زیادہ اور کوئی طبی افادیت نہیں ہے۔ مگر جوں جوں میڈیکل سائنس نے روزہ کی طبی افادیت کے موضوع پر تحقیق کی تو معلوم



شریائیں سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔  
 پس شریانوں کی دیوار کی سختی، ان کا سکڑنا اور  
 کمزور ہونے کی شکل میں انتہائی شدید مرض سے بچنے کے  
 لئے روزہ ایک انعام خداوندی ہے۔ چونکہ روزے کے  
 دوران گردے جنہیں دوران خون کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے،  
 آرام کی حالت میں ہوتے ہیں لہذا انسانی جسم کے اس عضو  
 کی بحالی بھی روزے کی برکت سے محال ہو جاتی ہے۔

### روزہ اور خون کی تشکیل

خون ہڈیوں کے گودے ( Bone Marrow ) میں تشکیل پاتا ہے۔ جسم انسانی کو جب خون  
 کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک خود کار نظام ہڈی کے گودے  
 کو حرکت میں لاتا ہے۔ حتیٰ کہ انتہائی کمزور و نحیف لوگوں  
 میں بھی یہ گودا بطور خاص سست حالت میں ہوتا ہے۔  
 روزے کے دوران جب غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے  
 ہیں تو Bone Marrow حرکت میں آجاتا ہے۔ اس  
 طرح کمزور و لاغر لوگ روزہ رکھ کر با آسانی اپنے اندر  
 زیادہ خون پیدا کر سکتے ہیں۔

### روزہ اور معدہ

روزہ کی حالت میں انسانی معدہ پر بھی دل کی  
 طرح مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزہ کی وجہ سے  
 معدہ سے نکلنے والی رطوبات متوازن ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ  
 عام قسم کی بھوک سے معدہ کی تیزابیت میں اضافہ ہو جاتا  
 ہے مگر روزہ کی حالت میں معدہ سے نکلنے والی رطوبات  
 کے متوازن ہونے سے معدہ میں تیزابیت (Acidity)  
 جمع نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کے دوران  
 معدہ کے اعصاب و رطوبات پیدا کرنے والے خلیے  
 رمضان کے مہینے میں آرام کی حالت میں ہوتے ہیں اور  
 ایک صحت مند معدہ افطار کے بعد زیادہ کامیابی سے ہضم  
 کرنے کا کام سرانجام دیتا ہے۔

آفتاب تک چونکہ کچھ کھایا پیا نہیں جاتا جبکہ دوسری طرف  
 روزمرہ کے امور میں مصروف ہونے، محنت کرنے سے  
 توانائی بھی صرف ہو رہی ہوتی ہے۔ نتیجتاً جب توانائی  
 استعمال ہوگی تو خون میں کمی بھی آئے گی جس طرح  
 مشینوں کے چلنے سے ایندھن بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ اثر  
 دل کے لئے نہایت مفید اور اسے آرام پہنچانے کا باعث  
 ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلیات کے درمیان مائع کی  
 مقدار میں کمی کی وجہ سے دل کے Tissues پر دباؤ کم  
 ہو جاتا ہے اور پٹھوں پر یہ کم دباؤ دل کے لئے نہایت  
 اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ روزے کے دوران یہ دباؤ کم سطح  
 پر ہوتا ہے یعنی اس صورت میں دل مکمل طور پر آرام کی  
 حالت میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اُسے خون کو تمام جسم میں  
 پہنچانے، اسے صاف کرنے اور پورے جسم سے واپس دل  
 میں لانے کے لئے کم سے کم قوت صرف کرنی پڑتی ہے۔

آج کے دور میں ہر شخص کسی نہ کسی وجہ سے  
 شدید دباؤ اور Tension کا شکار ہے۔ اس ذہنی دباؤ کا  
 علاج اور شفا یابی کا راز روزے میں موجود ہے۔ رمضان  
 المبارک کے ایک ماہ کے مسلسل روزے بطور خاص دل کے  
 پٹھوں پر دباؤ کو کم کر کے انسان کو بے شمار فوائد پہنچاتے ہیں۔  
 روزے کا سب سے اہم اثر پورے جسم میں  
 خون کے بہاؤ کے دوران دل سے صاف خون لے کر  
 پورے جسم میں اس خون کو پہنچانے والی شریانوں پر دیکھنے  
 میں آتا ہے۔ شریانوں کا سکڑ جانا خون کے بہاؤ میں  
 رکاوٹ کا باعث بنتا ہے اور شریانوں کے سکڑنے اور کمزور  
 ہونے کی اہم ترین وجوہات میں سے ایک وجہ خون میں  
 باقی ماندہ مادے کا پوری طرح تحلیل نہ ہو سکتا ہے۔ جب  
 ہم روزہ رکھتے ہیں تو افطار کے وقت تک خون میں موجود  
 غذائیت کے تمام ذرات تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس  
 طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر اجزاء  
 کو لیسٹرول (Cholesterol) وغیرہ جم نہیں پاتے اور یہ

## روزہ کے آنتوں پر اثرات

روزہ آنتوں کو آرام اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ آنتوں

کی شریانوں کے غلاف کے نیچے Endothelium محفوظ رکھنے والے مدافعتی نظام کا بنیادی عنصر موجود ہوتا ہے جیسے انتڑیوں کا جال۔ روزے کے دوران صحت مند رطوبت بننے اور معدہ کے پٹھوں کی حرکت سے ان کو نئی توانائی اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح روزہ دار ہضم کرنے والی نالیوں کی تمام بیماریوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

## روزہ اور نظام اعصاب

کچھ لوگ روزہ کی حالت میں چڑ چڑے، بے چین اور لاغر ہوجاتے ہیں۔ اس کیفیت کا عصبی نظام (Nervous System) سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ایسی صورت حال ان لوگوں کے اندر طبیعت کی سختی کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ روزہ کے دوران Nervous System مکمل آرام و سکون کی حالت میں ہوتا ہے۔

روزہ کے دوران عبادات سے حاصل ہونے والے سکون و اطمینان تمام کدورتوں اور غصہ کو دور کردیتا ہے۔ ہماری پریشانیاں و اضطرابی کیفیات اور اعصابی مسائل روزے کے دوران رضائے الہی کے حصول کے لئے کی جانے والی ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں۔ نیز اس دوران جنسی خواہشات علیحدہ ہونے کی وجہ سے بھی اعصابی نظام پر منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

روزہ اور وضو کے مشترکہ اثرات سے جو مضبوط ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، اس سے دماغ میں دوران خون (Blood Circulation) کا بے مثل توازن قائم ہوجاتا ہے جو تندرستی کی نشان دہی کرتا ہے اور ذہنی تناؤ و اضطراب کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔

## روزہ کے جگر پر اثرات

روزہ جگر پر حیران کن حد تک اثر انداز ہوتا ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ جگر تقریباً پندرہ طرح کے کام سرانجام دیتا ہے۔ ان کاموں کی ادائیگی سے بالآخر یہ تھکن کا شکار ہوجاتا ہے۔ جس طرح انسان مسلسل کئی گھنٹے کام میں مصروف رہنے سے لاغر و ٹنڈھا ہوجاتا ہے۔

پس روزہ کے ذریعے جگر کو چار پانچ گھنٹوں کے لئے آرام میسر آتا ہے جو کہ بغیر روزہ کے ممکن نہیں کیونکہ بہت ہی معمولی خوراک یہاں تک کہ 100 گرام کے برابر بھی خوراک معدہ میں داخل ہوجائے تو مکمل نظام ہضم اپنا کام شروع کردیتا ہے اور جگر فوری مصروف عمل ہوجاتا ہے۔ طبی نقطہ نظر سے یہ کہا جاتا ہے کہ ایک سال میں جگر کو ان مصروفیات سے کم از کم ایک ماہ کے لئے سہولت و آرام ملنا ضروری ہے۔

جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں سے ایک کام غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے درمیان توازن برقرار رکھنا بھی ہے اور دوسرا کام خون کے ذریعے ہضم ہوجانے کے عمل کی نگرانی کرنا بھی ہے۔ روزہ کے ذریعے جگر توانائی پہنچانے والی غذا کو جمع کرنے سے بھی بڑی حد تک آزاد ہوجاتا ہے اور اپنی توانائی جسم کی قوت مدافعت کو تقویت دینے پر صرف کر سکتا ہے۔

روزے کے ذریعے ہمارے جسم میں گلے اور خوراک کی حساس نالی کو بھی آرام نصیب ہوتا ہے جو کسی اور صورت میں ممکن نہیں۔

## حالت روزہ میں کمزوری کیوں؟

دن بھر روزہ گزار لینے کے بعد افطاری سے کچھ دیر قبل عموماً جسم میں ہلکی سی نقاہت (Weakness) کا احساس ہوتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آئیے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

☆ روزہ دار کے خون میں پوٹاشیم کی پیداوار میں اضافہ ہوجاتا ہے اور پوٹاشیم کی زیادتی، کمزوری اور سستی کا

موجب بنتی ہے۔

خواہش سے ہی منہ اور معدے میں مخصوص قسم کی رطوبات  
(Hunger Juice) ٹپکنے لگتی ہیں۔ افطاری کے وقت  
جونہی افطار کا الارم ہوتا ہے یا اذان کی آواز آتی ہے، اس  
کے ساتھ ہی منہ میں Hunger Juice ٹپکنے شروع  
ہوجاتے ہیں جسے Conditioned Reflex کا نام  
دیا گیا ہے۔

معدہ میں زیادہ تر Hydrochloric

Acid پائے جاتے ہیں۔ معدہ کا اصل کام کھائی گئی  
خوراک کو عارضی طور پر کچھ عرصہ کے لئے روک رکھنا یا  
ذخیرہ کرنا ہے۔ ہضم کا پورا عمل چھوٹی آنت میں انجام پاتا  
ہے۔ معدہ خوراک کو روک کر تھوڑی تھوڑی مقدار میں  
آنتوں میں بھیجتا رہتا ہے۔ اس انتظار کے دوران  
Hydrochloric Acid نشاستہ والی غذاؤں کو  
Glucose میں تبدیل کردیتا ہے۔

کھجور سے افطاری کرنے میں فلسفہ یہ ہے کہ  
افطاری کے لئے اذان سننے یا الارم کے ساتھ ہی منہ میں  
رطوبات (لعاب دہن) جمع ہوجاتی ہیں۔ جب ہم  
کھجور سے افطاری کرتے ہیں تو چبانے کے دوران لعاب  
دہن میں موجود ایک جوہر کھجور میں موجود چند اجزاء کو  
Glucose میں تبدیل کردیتا ہے جس سے فوراً توانائی  
کی بحالی شروع ہوجاتی ہے۔

روزمرہ کی ضروریات کے لئے خون میں گلوکوز  
کی ایک مقررہ مقدار گردش کرتی رہتی ہے۔ فاقہ یا روزہ  
کے دوران خون میں 80 ملی گرام سے 120 ملی گرام  
گلوکوز ہمہ وقت موجود رہتا ہے جبکہ کھانا کھانے کے بعد یہ  
مقدار 120 ملی گرام سے 180 ملی گرام خون کے 100  
ملی لیٹر میں پائی جاتی ہے۔

خوراک میں مٹھاس کم ہو تو یہ مقدار کم رہتی  
ہے۔ اگر بہت کم ہوجائے تو یہ صورت حال  
Hypoglycaemia کہلاتی ہے۔ جس میں ٹھنڈے

☆ خون میں شکر کی سطح (Blood Sugar Level)  
کے تناسب میں قدرے کمی کی وجہ سے تھکن اور  
کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ روزہ کی حالت میں اس کمزوری  
کا سبب خون کے خلیات کی توڑ پھوڑ یا شکستگی نہیں بلکہ اسکا  
اصل سبب پوٹاشیم کی زیادتی اور خون میں شکر کی سطح کا  
نارٹل سے کم ہوجانا ہے۔

خوراک میں مٹھاس کم ہو تو یہ مقدار کم رہتی  
ہے اور اگر انتہائی کم ہوجائے تو یہ صورت حال  
(Hypoglycaemia) کہلاتی ہے جس میں ٹھنڈے  
پینے آتے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔

### کھجور سے افطاری کی حکمت

کھجور سے افطاری اس نفاہت و کمزوری کو ختم  
کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ کھجور میں موجود  
کیمیائی اجزاء خون کے اجزاء میں توازن پیدا کردیتے  
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کھجور سے افطاری کا  
بطور خاص اہتمام کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ  
روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ  
زُطَبَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ زُطَبَاتٍ فَتَمِيرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ  
تَمِيرَاتٍ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ.

”حضور نبی اکرم ﷺ (مغرب کی) نماز سے  
پہلے چند تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، اگر تازہ  
کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجور سے روزہ کھولتے، اگر یہ  
بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔“

(جامع الترمذی فی السنن، کتاب الصوم، باب ماجاء ما  
يستحب عليه الافطار، ۳/۷۹، رقم: ۶۹۶)

کھجور سے افطاری جسمانی نفاہت کو اس طرح  
دور کرتی ہے کہ جب بھوک بیدار ہوتی ہے تو کھانے کی

سینے آتے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔

## کھجور کی کیمیائی ماہیت

حیاتین، معدنی اجزاء، پروٹینز اور مٹھاس سے بھرپور ایک مکمل غذا ہے۔ جب ہم کھجور سے افطاری کرتے ہیں تو اس کی مٹھاس منہ کی لعاب دار جھلی (Mucous Membrane) میں فوری جذب ہو کر گلوکوز میں Convert ہو جاتی ہے جس سے جسم میں حرارت اور فوری توانائی بحال ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی بھی دوسری شے مثلاً پکڑے سموسے یا اسی نوع کی پٹھارے دار خوراک استعمال کریں تو اس سے معدے میں گرمی اور HCL بڑھ جاتا ہے۔ کثرت تیزابیت کے باعث سینے کی جلن اور بار بار پیاس لگتی ہے جس سے خامرات ہضم (Digestive Enzymes) ہو جاتے ہیں جو معدہ کی دیواروں کو کمزور کرنے اور گیس کا سبب بنتے ہیں جبکہ کھجور سے افطاری کرنے سے نہ تو معدے میں بوجھ ہوتا ہے اور نہ ہی معدے میں Hydrochloric Acid کی زیادتی ہو کر گیس کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

انسانی معدہ روزہ کے ذریعے جو اثرات حاصل کرتا ہے وہ بے حد فائدہ مند ہوتے ہیں۔ اس کے ذریعے معدہ سے ٹپکنے والی رطوبت بھی متوازن ہو جاتی ہے اور کھجور ان فائدوں کو مزید تقویت بخشتی ہے۔

## پانی سے افطاری کی حکمت

احادیث مبارکہ کی روشنی میں افطاری کے لئے جن افضل چیزوں کا ذکر آیا ہے ان میں کھجور اور پانی سرفہرست ہیں۔

اللہ رب العزت نے زندگی کو زمین پر پانی سے نمودیا۔ ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ. (الانبیاء: ۳۰)

”اور ہم نے (زمین پر) چیکر حیات (کی زندگی) کی نمود پانی سے کی، تو کیا وہ (قرآن کے بیان

کھجور کے اندر اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر انسانی جسم کی نقاہت و کمزوری کو دور کرنے کا سامان رکھا ہے۔ درخت کے ساتھ پھل لگنے اور پھر اس پھل کے پکنے کے درمیانی عرصہ میں پھل میں کیمیائی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ ان کیمیائی تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی یہ بھی ہے کہ جب کھجور پکنے پر آتی ہے تو اس میں خشک مادہ کی شرح بڑھ جاتی ہے اور پانی کی مقدار کم ہونے لگتی ہے اور مٹھاس کی مقدار 22 Invert Sugar فیصد سے بڑھ کر 47 فیصد ہو جاتی ہے۔

اسی افادیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے کھجور کا تذکرہ قرآن مجید میں اٹھائیس (28) مقامات پر مختلف حوالوں سے فرمایا اور کتب حدیث میں سینکڑوں مقامات پر کھجور کی افادیت، غذائی اہمیت اور طبی منفعت واضح کی گئی۔ 100 گرام کھجور کے اندر موجود غذائیت درج ذیل ہے:

☆ 15.3% پانی	☆ 2.5% پروٹین
☆ 0.4% چکنائی	☆ 2.1% معدنی اجزاء
☆ 3.9% ریٹے	☆ 75.8% کاربوہائیڈریٹس
☆ 317% کلوریز	

کھجور میں پائے جانے والے نمکیات اور وٹامن کا تناسب کچھ اس طرح ہے:

☆ نمکیات 2.1%	☆ کپاشیم 120 ملی گرام
☆ آرن 7.3 ملی گرام	☆ فاسفورس 50 ملی گرام
☆ وٹامن C، 3 ملی گرام	☆ وٹامن B، 0.5%

ان اجزاء کے علاوہ کھجور میں کپاشیم، میکینیشیم پوٹاشیم ورنشاستہ بھی پائے جاتے ہیں۔

کیمیائی تجزیات نے یہ ثابت کیا کہ کھجور

سے گزرنا ہوتا ہے۔ گاڑھا ہونے کی صورت میں نظام دوران خون مکمل طور پر ناکارہ ہو جاتا ہے۔

روزوں کے دوران جسم میں عام دنوں کی نسبت پانی کی کم مقدار داخل ہونے سے خون میں گاڑھا پن آجانا فطری ہے اور بعض اوقات کمزور اشخاص کو دل کے بھی جھٹکے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں پانی سے افطاری کرنے سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ جب روزہ دار پانی سے افطاری کرتا ہے تو منہ کی خشکی دور ہوگی، پیاس کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور فوراً بعد ہی اسے Vitality محسوس ہوگی۔

روزہ کی حالت میں دن بھر پانی استعمال نہ ہونے اور پسینہ و پیشاب وغیرہ کے اخراج سے جسم میں پانی کی یہ کمی امراض گردہ یا امراض جگر پیدا کر دیتی ہے اور بعض اوقات پانی کی یہ کمی موت کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ پانی سے افطاری کی وجہ سے پانی کی مذکورہ کمی دور ہو کر جسم میں نئی زندگی کی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ احتیاط رہے کہ پانی کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ ایک ہی سانس میں پانی پینے میں خرابیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے روزہ کی شکل میں مسلمانوں کو جو نعمت عطا فرمائی ہے اصل میں یہ سال بھر کے لئے جسم انسانی کے لئے ٹیوننگ کا کام دیتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے زیر استعمال گاڑیوں، موٹر سائیکلوں کی ایک مقررہ مدت کے بعد ٹیوننگ کرواتے ہیں تاکہ گاڑی کے تمام پرزے صحیح کام کرتے رہیں۔ اس طرح اللہ نے روزوں کے ذریعے بھی اس قدرتی ٹیوننگ کا اہتمام کیا ہے۔ نیز اس ٹیوننگ کے دوران بھی ہمیں اعضائے جسم کے لئے جن مفید اشیاء (کھجور/پانی) کی طرف متوجہ کیا وہ بھی اپنے اندر صحت اور تندرستی کا ایک خزانہ لئے ہوئے ہے۔ افطاری کے لئے جن اشیاء کو اولیت اور فوقیت حاصل ہے طبی لحاظ سے وہی صحت کے لئے مفید ہیں۔



کردہ ان حقائق سے آگاہ ہو کر بھی ایمان نہیں لاتے۔“ اس کرہ ارض پہ جتنے بھی جاندار ہیں ان کی زندگی پانی سے ہے۔ جسم انسانی میں پانی کثیر مقدار میں موجود ہے مگر جسم انسانی سے اپنی اصلی ہیئت میں پانی کہیں سے بھی برآمد نہیں ہوتا بلکہ یہ نامیاتی مرکب کی صورت میں ہوتا ہے۔ جس طرح خون کا 95 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ لحمیات خون کے خلیات اور نمکیات ہوتے ہیں۔ اس طرح لعاب دہن، آنسو اور معدہ کی رطوبات سبھی پانی ہی ہوتے ہیں۔ پسینہ اور دیگر خارج ہونے والی چیزوں کے ذریعے پانی کی کثیر مقدار جسم سے نکل جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی رہتی ہے کہ جسم میں پانی کی آمد و رفت کے درمیان ایک باقاعدہ تناسب موجود رہے۔ اگر کسی بیماری، پانی کی کم فراہمی یا عدم دستیابی کے باعث جسم میں پانی کی کمی (Dihydration) ہو جائے تو خون گاڑھا اور پیشاب کا اخراج کم یا مفقود ہو جاتا ہے۔

اس طرح گردوں میں ورم کے باعث یوریا (Urea) کریٹینین (Creatinin) جیسے زہریلے اجزاء خون میں شامل ہو کر تمام جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جس سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتیں اور زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

پانی کی کمی سے خون گاڑھا ہو جاتا ہے اور دل اسے پمپ کر کے دوران خون جاری رکھنے کے قابل نہیں ہوتا اور یہ گاڑھا خون شریانوں میں کبھی داخل نہیں ہو سکتا۔ نتیجتاً ہمارے جسم کا نظام دوران خون مکمل نہیں ہو سکتا۔ وہ شریانیں جس کے ذریعے دل پورے جسم میں خون بھجواتا ہے، ان کا جسم میں ایک وسیع و پیچیدہ جال (Net Work) ہے۔ ایک تخمینہ کے مطابق ایک انسان کے جسم میں پانچ ارب عروق شعریہ ہوتی ہیں۔ اگر ان کی لمبائی جمع کی جائے تو ان کی کل طوالت تقریباً 950 کلومیٹر ہوگی۔ کیونکہ خون کو ان بال سے باریک رگوں میں

# آداب و تقاضے

# حُسنِ سماعت

شفاقت علی شیخ

تعلقات قدم قدم پر متاثر ہوتے ہیں حتیٰ کہ یہ تعلقات بعض اوقات تو بالکل ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ معاشرتی تعلقات کی مضبوطی اور فروغ کے لئے پہلے ہمیں دوسروں کی بات صحیح معنوں میں سمجھنا ہوگی تاکہ بعد ازاں ہم انہیں اپنی بات کما حقہ سمجھا سکیں۔ جب تک ہم ایک اچھے سامع (Listener) نہیں بن جاتے تب تک ہم ایک اچھے مقرر (Speaker) بھی نہیں بن سکتے۔

## اول سماعت بعد کلام

لوگ عموماً دوسرے کی پوری بات سنے بغیر اور اس بات کو جانے بغیر کہ وہ اصل میں کہنا کیا چاہتا ہے فوراً ہی اپنے نکتہ نظر سے معاملے کو دیکھتے ہوئے کوئی حل تجویز کر دیتے ہیں۔ دراصل ہم میں چیزوں پر جھپٹ پڑنے کی اور انہیں نصیحت سے درست کر دینے کی بہت تیزی ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر ہم تشفی کے لئے درکار وقت صرف نہیں کرتے اور مسئلے کو پہلے گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ محض سرسری انداز میں بات کو سنتے ہوئے یا کسی مسئلے کا سطحی سا جائزہ لیتے ہوئے بغیر غور و فکر کے فوری طور پر اپنی رائے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یہ چیز ہماری اثر انگیزی کو بہت محدود کر دیتی ہے اور دوسروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

لکھنا، پڑھنا، بولنا اور سننا یہ چاروں ابلاغ کی بنیادی قسمیں ہیں جن کے ذریعے سے ماحول اور معاشرے سے ہمارا رابطہ ہوتا ہے۔ ان ہی کے ذریعے ہم دوسروں تک اپنی آراء پہنچاتے ہیں اور ان سے اطلاعات و معلومات وصول کرتے ہیں۔ گویا دوسروں کے ساتھ ہمارے تعلقات اور دوسروں کو اپنی بات سمجھانے اور ان کی بات سمجھنے کیلئے یہ چاروں چیزیں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں اور ہم اپنے وقت کا بیشتر حصہ انہی میں خرچ کرتے ہیں۔ کامیاب اور موثر زندگی گزارنے نیز دوسروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات استوار کرنے کیلئے بہت ضروری ہے کہ ہم ان چاروں میں ماہر ہوں اور ان کو بہترین انداز میں استعمال کرنا جانتے ہوں۔ مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم لکھنے اور پڑھنے میں مہارت حاصل کرنے کیلئے تو اپنی زندگی کے بہت سارے قیمتی سال صرف کرتے ہیں لیکن سننے اور بولنے کا فن سیکھنے کیلئے کوئی خاص جدوجہد نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم ان دونوں میں کمزور رہ جاتے ہیں۔ نہ دوسرے لوگوں کی بات اچھے طریقے سے سننے کا فن ہمیں آتا ہے اور نہ ہی اپنی بات موثر طریقے سے سمجھانے سے آشنا ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہماری اثریت محدود ہوتی ہے، ہماری کامیابی کی راہ میں رکاوٹیں آتی ہیں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارے

دوسروں کے مسائل کے حقیقی ادراک کے لئے ضروری ہے کہ انہیں غور سے اور ہمہ تن گوش ہو کر سنا جائے ، یہ سننا انہیں محض جواب دینے، قائل کرنے، اپنی بات منوانے یا اُن سے اپنا مقصد حاصل کرنے کی غرض سے نہ ہو بلکہ محض انہیں سمجھنے کے لئے سیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ دوسرا شخص معاملات کو کس طرح سے دیکھتا ہے اور وہ حقیقت میں کہنا کیا چاہتا ہے۔ ایک مرتبہ جب اُس کے اصل نکتہ نظر سے آگاہی حاصل ہو جائے تو پھر اُس کے بعد اپنا نکتہ نظر اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔

مسئلے یا انسان کو اپنی ذاتی عینک (تعصبات) سے دیکھتے ہیں۔ سمجھ اُس وقت شروع ہوتی ہے جب ہم چیزوں ، مسائل اور انسانوں کو اپنے تعصبات کی عینک اُتار کر دیکھتے ہیں اور محض حواسِ خمسہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اُسے سطحی نظر سے دیکھ کر کوئی رائے قائم کرنے کی بجائے غور و فکر کو اعلیٰ درجے میں استعمال کرتے ہوئے اُس کی تہہ تک پہنچتے ہیں۔ مثلاً جب آسمان کے دور والے کنارے کو دیکھتے ہیں تو ہمارا ادراک ہمیں بتاتا ہے کہ وہاں آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے ہیں مگر ہماری سمجھ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اُن کے درمیان یکساں فاصلہ موجود ہے۔ گویا یہاں ہماری بصارت ہمیں دھوکہ دے گئی لیکن عقل اور غور و فکر نے اس فریبِ نظر کا پردہ چاک کر دیا۔ اسی طرح تمام معاملات میں کہیں حواسِ خمسہ اور کہیں اندرونی تعصبات کی وجہ سے ہم فریبِ نظر کا شکار ہو سکتے ہیں اور چیزوں کو غلط رُخ سے دیکھتے ہوئے غلط نتائج اخذ کر سکتے ہیں لیکن اگر ہمارے اندر فہم و بصیرت اور دور اندیشی موجود ہوں تو ہم حقائق کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں اور درست نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یوں تھی:

اللہی اربنا الاشیاء کماہی وارنا الباطل  
باطلا وارزقنا اجتنابہ وارنا الحق حقا وارزقنا  
اتباعہ۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱۰، ص ۱۱۰)

”اے اللہ ہمیں چیزوں کو اُسی طرح دیکھنے کی توفیق عطا فرما، جیسی وہ ہیں اور باطل کو باطل کے روپ میں دیکھنے اور پھر اس سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں حق کو حق کی صورت میں دیکھنے اور پھر اُس کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔“

حق و باطل کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھنے کیلئے حواسِ خمسہ کی محدودیت سے باہر نکلنے اور اندرونی تعصبات سے اُوپر اُٹھ کر کھلے دل و دماغ سے حالات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر اُس کے مطابق اپنے طرزِ عمل کو متعین کرنے کیلئے تجرأت اور حوصلے کی

”بالغ نظری“ کی تعریف ہی یہ ہے کہ یہ ”حوصلے“ اور ”دوسروں کا خیال رکھنے“ میں توازن کا نام ہے۔ دوسروں کو ”سمجھنے“ کی خواہش تقاضا کرتی ہے کہ انسان کے اندر اتنی مروت ہونی چاہیے جو دوسروں کے جذبات و احساسات کی قدر کر سکے اور اُن کی باتوں کو غور سے سنتے ہوئے اُن کے اصل مفہوم کو اخذ کر سکے۔ دوسروں کو سمجھانے کی خواہش ”حوصلے“ کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان کے اندر اتنی جرأت ہونی چاہئے کہ انسان جو کچھ بتانا چاہتا ہے اُسے اِس انداز میں دوسروں کے سامنے رکھ سکے کہ لوگ اُس کی باتوں کو مکمل طور پر سمجھ سکیں اور اُس کے اصل نکتہ نظر سے آگاہ ہو سکیں۔ اگر ہم دوسرے کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتے اور انہیں ان کے مسئلہ کے مطابق صحیح سمجھانے کے معاملے میں کمزوری دکھائیں گے تو نتیجتاً ہمارے اور ان کے درمیان خوشگوار معاشرتی تعلقات فروغ نہ پاسکیں گے۔

## سمجھ اور ادراک

جب بھی کوئی شخص یا معاملہ ہمارے سامنے آتا ہے اور ہم اُسے ایک نظر دیکھتے ہیں تو اُس کے بارے میں ہمارا پہلا تاثر ”ادراک“ (perception) کہلاتا ہے۔ ادراک گویا سمجھ کی پہلی منزل ہے۔ ادراک کی بنیاد ہمارے ذاتی تجربے، مطالعے، تصورات، تخیلات اور عقائد پر ہوتی ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں ہم ہر نئی چیز، نئے

ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ بہت مرتبہ تو ایسا ہوتا ہے کہ انسان حق و باطل کو پہچاننے میں ہی غلطی کر جاتا ہے۔ اور کبھی حق و باطل کو پہچاننے کے باوجود بزدلی، پست ہمتی، انانیت یا کسی مصلحت کی بناء پر صحیح طرز عمل کو اپنانے کا حوصلہ اور جرأت نہیں کر پاتا۔

## سماعت کے ناقص انداز

جب کوئی دوسرا شخص بات کر رہا ہو تو عام طور پر اُس کی بات کو ہم مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک انداز سے سنتے ہیں:

### ۱۔ بے دھیانی سے سننا

سننے کا یہ سب سے ناقص انداز ہے۔ ہم اپنے ہی خیالات میں کھوئے ہوتے ہیں اور دوسرے شخص کی بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہمارے ذہن میں کوئی اور کہانی چل رہی ہوتی ہے اور اُس میں منہمک ہونے کی بناء پر ہم مخاطب کی بات پر توجہ نہیں دے پاتے اور یوں ہمارا سننا اور نہ سننا برابر ہو جاتا ہے۔ ہر انسان پر ایسا وقت کبھی نہ کبھی آتا ہے کہ جب وہ اُس کیفیت کا مظاہرہ کرتا ہے مگر جو شخص اکثر و بیشتر ایسا کرے اور بے دھیانی سے باتیں سننے کو اپنی عادت ہی بنا لے تو دوسروں کی نظر میں اُس کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے۔

### ۲۔ سننے کی اداکاری کرنا

سماعت کے انداز میں سننے کی اداکاری کرنے کا انداز بہت عام ہے۔ اکثر لوگوں میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کی باتوں کو توجہ سے سن نہیں رہے ہوتے بلکہ محض سننے کی اداکاری کر رہے ہوتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی گفتگو کے دوران اُن کا ذہن تو کہیں اور کھویا ہوتا ہے تاہم دوسرے کو یہ احساس دلانے کیلئے کہ وہ اُس کی باتوں کو سن رہے ہیں وقتاً فوقتاً ”ہاں“، ”ٹھیک ہے“ اور ”ہوں ہوں“ وغیرہ جیسے الفاظ

بول دیتے ہیں لیکن بولنے والے کو جلد یا بدیر اس کا احساس ہو جاتا ہے کہ اُس کی باتوں کو توجہ سے نہیں سنا جا رہا اور اُسے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اِس کا اُس پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑتا۔ یوں ہم اُس کی نظروں میں اپنا تاثر خراب کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی باتوں کو گہرے انداز میں سمجھنے سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔

### ۳۔ مخصوص باتیں سننا

اس انداز میں ہم مخاطب کی گفتگو کے صرف ان حصوں پر توجہ دیتے ہیں جن میں ہماری دلچسپی کا کوئی پہلو موجود ہوتا ہے اور اُن تمام باتوں کو نظر انداز کرتے چلے جاتے ہیں جو ہمارے لئے کوئی کشش کا پہلو نہ رکھتی ہوں۔ خواہ وہ حقیقتاً کتنی ہی اہم کیوں نہ ہوں یا ہمارے مخاطب کی نظروں میں بہت زیادہ وزنی ہوں۔ مثلاً ہمارا کوئی دوست ہمیں اپنے بھائی کے متعلق بتانا چاہ رہا ہے جو کسی سکول یا کالج میں پڑھتا ہے یا کسی شعبہ میں کام کرتا ہے۔ ہم اُس کی بقیہ بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اُس سکول، کالج یا شعبہ پر تبصرہ شروع کر دیتے ہیں اور اپنی ہی کہے چلے جاتے ہیں جبکہ وہ شخص تو بنیادی طور پر ہمیں اپنے بھائی کے متعلق کچھ بتانا چاہتا تھا مگر ہم نے اُس کی بات کے اہم نکتے کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی توجہ کو اپنی مرضی کے موضوع پر مرکوز کر لیا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ اُس کی نظروں میں ہمارا پہلے جیسا تاثر قائم نہیں رہ سکے گا۔

### ۴۔ صرف الفاظ سننا

سننے کے اس انداز میں ہم مخاطب کے الفاظ پر تو غور کرتے ہیں لیکن اُن کا مفہوم سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور یہ نہیں جان پاتے کہ وہ اصل میں کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ نتیجتاً ہم اہم بات تک رسائی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ الفاظ ابلاغ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں مگر کبھی الفاظ ہی ابلاغ کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ ماہرین نفسیات



حال دل بیان کرنے کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔  
 سماعت کے اس انداز میں عموماً مندرجہ ذیل  
 تین طرح کی خامیاں ظاہر ہوتی ہیں۔

### i- تحقیق کرنا

اس کیفیت میں دوسروں کی بات مکمل ہونے  
 سے پہلے ہی تحقیق و تفتیش شروع کر دی جاتی ہے۔ والدین  
 عموماً بچوں کے معاملے میں یہ غلطی کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ  
 یہ نکلتا ہے کہ وہ ہمارے سامنے اپنا حال دل سنانے  
 اور اندرونی جذبات کو بیان کرنے سے گریز کرتا ہے۔ نیز  
 وہ ہمارے پاس بیٹھنے میں تنگی اور گھٹن محسوس کرتا ہے۔  
 بہت سے بچوں کے والدین سے دور رہنے کی ایک بڑی  
 وجہ والدین کی یہی تفتیش و تحقیق اور مستقل کرید ہوتی ہے۔

### ii- نتائج اخذ کرنا

ذاتی نقطہ نظر کے مطابق سننے کے نتیجے میں بات  
 کے مکمل ہونے سے پہلے ہی نتیجہ اخذ کر لیا جاتا ہے۔ اکثر  
 اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم دوسرے کی بات سنتے ہیں تو  
 ذہن میں کوئی نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ وہ کہنا کیا چاہ رہا ہے اور  
 جب ہم نتیجہ اخذ کرنے میں مصروف ہوں تو ظاہر ہے کہ اُس  
 وقت دوسرے کی بات پورے دھیان سے نہیں سن سکتے۔ یہ چیز  
 بھی سماعت کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہے اور دوسروں  
 کے ذہنوں میں ہمارے بارے میں تاثر کو متاثر کرتی ہے۔

### iii- نصیحت کرنا

ذاتی نقطہ نظر سے سننے کی تیسری بڑی خامی یہ  
 ہے کہ دوران گفتگو ہی پوری بات کو سننے بغیر نصیحت کرنا  
 شروع کر دی جاتی ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرا شخص  
 بات کر رہا ہوتا ہے تو اُس کی بات کے مکمل ہونے سے  
 پہلے ہی اپنے تجربات کی روشنی میں اُسے کوئی نہ کوئی مشورہ  
 دینا شروع کر دیا جاتا ہے۔ یہ گویا اپنی عینک اُتار کر  
 دوسرے کو تھما دینے کے مترادف ہے۔ یہ کام ہم کتنے ہی

کے نزدیک ہمارے ابلاغ (Communication) میں الفاظ کا حصہ صرف سات فیصد ہوتا ہے۔ 38 فیصد  
 لہجے (آواز کے اُتار چڑھاؤ وغیرہ) اور 55 فیصد جسمانی  
 حرکات و سکنات (Body language / physiology) کا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مندرجہ

ذیل فقرے پر غور کیجئے:

میں نے یہ نہیں کہا کہ ”تمہارے“ رویے میں کوئی مسئلہ ہے۔  
 میں نے یہ نہیں کہا کہ تمہارے ”رویے“ میں کوئی مسئلہ ہے۔  
 مندرجہ بالا فقروں میں دونوں جگہوں پر الفاظ  
 یکساں ہیں مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ دو مختلف الفاظ پر زور  
 دینے کی صورت میں دونوں جگہوں پر اُس کا مفہوم یکسر بدل  
 جاتا ہے۔ لہذا کسی بات کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کیلئے مخاطب  
 کے دل میں جھانک کر دیکھنا ہوتا ہے۔ صرف الفاظ کے سن  
 لینے سے ہم کسی کے دل کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔

### ۵- ذاتی نقطہ نظر سے سننا

یہ بھی سننے کا ایک اور ناقص انداز ہے جس میں  
 لوگوں کی اکثریت مبتلا ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے  
 کہ سننے والا اپنے ذاتی نقطہ نظر سے سن رہا ہوتا ہے۔ وہ  
 دوسرے شخص کو اپنے اُپر قیاس کرتے ہوئے یہ فرض کر لیتا  
 ہے کہ دوسرا شخص بھی اُسی انداز میں سوچ رہا ہے جس میں  
 وہ خود سوچ رہا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات دوسرے شخص کی  
 بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا جاتا ہے کہ ”میں سمجھ  
 گیا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں“ حالانکہ یہ قطعاً ضروری  
 نہیں ہے کہ دوسرے کی بات کو واقعتاً اور حقیقتاً سمجھ لیا گیا  
 ہو۔ دراصل اس انداز سماعت میں یہ فرض کر لیا جاتا ہے  
 کہ جس رنگ کی عینک میں نے لگا رکھی ہے، اُسی رنگ کی  
 ہر ایک نے لگا رکھی ہے لہذا معاملات کو جس انداز سے  
 میں دیکھ رہا ہوں اُسی انداز سے سب لوگ دیکھ رہے ہیں  
 ۔ یہ سوچ حقائق تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے  
 نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دوسرا شخص خاموش ہو جاتا ہے اور وہ اپنا

خلوص سے کریں لیکن دوسرے کے اُوپر کوئی خوشگوار اثرات مرتب نہیں کرے گا۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ ہمیں سننے کی بجائے سنانے سے دلچسپی ہے۔ لوگوں کی نظروں میں ہماری طرف سے آنے والے مشوروں اور نصیحتوں سے کہیں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ انہیں سنا جائے اور سمجھا جائے کہ وہ حقیقتاً کہنا کیا چاہتے ہیں۔

روزمرہ کی زندگی میں دوسروں کو سننے کے معاملے میں مندرجہ بالا قسم کی غلطیاں عموماً ہم سے سرزد ہوتی رہتی ہیں اور ہم ہر وقت اُن کے گرد گھومتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے دوسروں کو حقیقی معنوں میں سمجھنے کی ہمارے اندر موجود صلاحیت متاثر ہوتی رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو ہماری اثریت کا دائرہ سکڑتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف دوسروں کے ساتھ تعلقات متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

## حقیقی سماعت

سننے کے مندرجہ بالا پانچوں انداز ناقص ہیں جن میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خامی پائی جاتی ہے۔ سننے کا بہترین اور اعلیٰ ترین انداز جسے حقیقی سماعت کہا جا سکے وہ ”ہم نفس سماعت“ ہے۔

”ہم نفس سماعت“ کا مطلب ہے کہ دوسروں کی سطح پر آکر سننا۔ اس سے مراد ایسا سننا ہے کہ جس میں نیت سمجھنے کی ہو۔ بالفاظ دیگر دوسروں کو سننے کے دوران ہماری شدید خواہش اور بھرپور کوشش ہو کہ ہم نے دوسرے شخص کے خیالات، جذبات اور احساسات کو سمجھنا ہے کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور کیا محسوس کر رہا ہے۔ اُس کے نقطہ نظر کو جاننا ہے کہ زیر بحث معاملہ میں اُس کی حقیقی رائے کیا ہے اور اُس کی سوچ اور فکر کا انداز کیا ہے؟

یہ گویا دوسرے شخص کے تناظر اور خیالات کے اندر داخل ہو جانے کے مترادف ہے۔ اس کے ذریعے سے ہم زندگی کو یوں دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں جس طرح کہ دوسرا دیکھتا ہے ہم اُس کے زاویہ نظر کو سمجھنے لگتے ہیں اور

اُس کے احساسات کو محسوس کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم دوسرے شخص کے ہم خیال بن جائیں، بلکہ اس کا مطلب تو فقط یہ ہے کہ ہم دوسرے شخص کو ذہنی اور جذباتی لحاظ سے مکمل طور پر سمجھ جائیں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ وہ اصل میں کہنا کیا چاہتا ہے۔ اس کیفیت میں ”سننا“ ایک طرف ہمیں حقائق کی تہہ تک پہنچا دیتا ہے اور ہم صحیح نتائج اخذ کرنے اور پھر بہتر لائحہ عمل طے کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف دوسروں پر اس کا بہت زبردست خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اُن کے ساتھ ہمارے معاشرتی تعلقات میں مضبوطی آتی ہے۔ وہ ہمارے اُوپر زیادہ اعتماد کرنے لگتے ہیں اور زیادہ آزادانہ طریقے سے ہمارے ساتھ اپنے خیالات، جذبات اور احساسات وغیرہ کا تبادلہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہماری بات کو زیادہ بہتر طریقے سے سننے اور ہماری طرف سے آنے والے مشوروں اور نصیحتوں کو قبول کرنے کیلئے ذہنی و قلبی طور پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

## حقیقی سماعت قرآن و حدیث کی روشنی میں

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات اس حوالے سے کیا ہیں؟

☆ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا. (بنی اسرائیل: ۳۶)

”بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔“

یہاں سماعت اور بصارت جو کہ حصول علم کے ذرائع ہیں اور دل جو کہ غور و فکر اور نتائج اخذ کرنے کا آلہ ہے ان تینوں کو اللہ رب العزت کی نعمتیں قرار دیتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ قیامت والے دن ان کے استعمال کے حوالے سے لازماً سوال پوچھا جائے گا کہ ان کا استعمال درست کیا تھا یا غلط؟ گویا جس خالق و مالک نے یہ عظیم الشان نعمتیں

انسان کو بغیر کسی استحقاق اور مطالبے کے عطا فرمائی ہیں وہ چاہتا ہے کہ انسان ان کی قدر و قیمت کا احساس کرتے ہوئے انہیں بھرپور طریقے سے استعمال میں لائے اور ان کے ذریعے سے حقائق کو سمجھے اور اگر وہ اس حوالے سے کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے یا ان کا غلط استعمال (Misuse) کرتا ہے تو یہ جرم قیامت والے دن قابل مواخذہ ہے۔

☆ جو لوگ ان نعمتوں کا صحیح استعمال نہیں کرتے ہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

صُمُّ بَعْضُكُمْ عُمَىٰ فَهَمَّ لَا يَزِجُوهُمْ. (البقرہ: ۱۸)

”یہ بہرے، گونگے (اور) اندھے ہیں پس وہ (راہِ راست کی طرف) نہیں لوٹیں گے۔“

یہ آیت کافروں اور منافقوں کے حوالے سے ہے جس میں ان کو بہرے، گونگے اور اندھے قرار دیا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ وہاں کے سارے منافق اور کافر گونگے، بہرے اور اندھے نہیں تھے۔ پھر ان کیلئے کیوں یہ الفاظ استعمال کئے گئے؟ اس کی وجہ دوسری آیت میں یوں بیان کی گئی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَا يَبْصُرُونَ بِهَا وَلَا يَنْصُرُونَ بِهَا. (وہ دل (دماغ) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سمجھ نہیں سکتے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) دیکھ نہیں سکتے اور وہ کان (بھی) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سن نہیں سکتے۔ (الاعراف: ۱۷۹)

مطلب یہ کہ جو آنکھیں حق کو دیکھ نہیں سکتیں اور جو کان حق کی آواز کو سن نہیں سکتے اور جو دل حق کے پیغام کو سمجھ نہیں سکتے ان کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہی ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی چیز کی قدر و قیمت کا دار و مدار اس کی افادیت پر ہوتا ہے ورنہ وہ بے کار ہوتی ہے۔

☆ حواسِ خمسہ کا انحصار غور و فکر پر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَأَنبَأَهَا لَا تَعْمَىٰ الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَىٰ

الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ. (الحج: ۳۶)

”تو حقیقت یہ ہے کہ (ایسوی کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں“

اور جب دل اندھے ہو جائیں تو پھر آنکھوں کی بصارت بھی انسان کو کوئی خاص فائدہ نہیں دے پاتی۔ بقول اقبال

دل بیٹا بھی کر خدا سے طلب  
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں ہے

چنانچہ ساعت اور بصارت سے بھرپور استفادہ کرنے کیلئے دل کی بصیرت کا ساتھ ملنا ضروری ہے جس کا بہت بڑا ذریعہ غور و فکر ہے۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ وہ ہر بات کو دھیان سے سنے اور ہر منظر کو بھرپور توجہ سے دیکھے اور پھر ان پر غور و فکر کرتے ہوئے حقائق کی تہہ تک پہنچے اور صحیح نتائج اخذ کر کے صحیح روش کو اختیار کرے۔ گویا صحیح طرز عمل اپنانے کیلئے صحیح طرز فکر کا ہونا ضروری ہے اور صحیح طرز فکر تک پہنچنے کیلئے حواسِ خمسہ کا درست اور بھرپور استعمال ضروری ہے۔

☆ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے صحابہ کرام کو جب کبھی کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ دہرانے کی فرمائش کرتے ہوئے کہتے:

يَا رَسُولَ اللَّهِ! رَاعِنَا.

”اے اللہ کے رسول ﷺ! ہماری رعایت کیجئے“

کافروں اور منافقوں نے اس لفظ کو بگاڑ کر اس کو غلط مفہوم میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ پیغام آیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا اَنْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا. (البقرہ: ۱۰۴)

”اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اَنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بِنُورِ سُنَّتِهِ رَهَا كُرُوْا۔“

یہ آیت اگرچہ بارگاہ نبوی ﷺ کے آداب کے ضمن میں نازل ہوئی، تاہم اس میں ”توجہ سے سننے“ کا جو حکم دیا گیا ہے وہ عمومی زندگی میں بھی پسندیدہ اور مطلوب ہے۔

سماعت کے آداب و تقاضوں کے ضمن میں جب ہم حضور ﷺ کی شخصیت مبارکہ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ میں اتنے خوبصورت انداز میں یہ عادت چھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضور ﷺ حسن سماعت کا شاندار نمونہ تھے۔ آپ ﷺ اپنے مخاطب کی بات کو اچھی طرح سننے کیلئے ہمہ تن گوش ہو جایا کرتے تھے اور دوسرے کی بات کو اتنے صبر و تحمل اور توجہ سے سنا کرتے تھے کہ ساری زندگی آپ ﷺ نے کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو نہیں ٹوکا۔ یعنی کسی کی گفتگو کو درمیان میں روک کر اپنی سنانے کی کوشش کبھی آپ ﷺ نے نہ کی بلکہ ہمیشہ پہلے دوسرے کو اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی بات مکمل کرنے دی، اُس کو پورے انہماک سے سنا اور پھر اپنی بات سنائی۔

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں دوسرے کی بات کو توجہ سے سننے کی کئی مثالیں ہیں۔ مندرجہ ذیل تین مثالیں بطور خاص قابل ذکر ہیں:

۱۔ حضور ﷺ نے جب اسلام کی دعوت علی الاعلان دی تو قریش حیران و پریشان ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو رد کرنے کیلئے عقبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کے ساتھ مذاکرات کرنے کیلئے بھیجا، تاکہ وہ آپ ﷺ کو اُن کی بات قبول کرنے پر آمادہ کرے۔ اُس نے آکر حضور ﷺ سے درخواست کی کہ ”میں آپ ﷺ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ غور سے سنیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اُن میں سے کچھ اچھی لگیں اور آپ ﷺ مان لیں۔“

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ”ابو الولید! تمہیں جو کچھ کہنا ہے کہو، میں سنوں گا۔“ چنانچہ عقبہ کو جو کچھ کہنا تھا اُس نے وہ دل کھول کر کہا۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابو الولید! تمہیں جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے ہو؟“ اُس نے کہا ”جی ہاں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ”تو اب میری بات سنو۔“ اُس نے کہا ”ضرور سنوں گا“ رسول ﷺ نے سورہ فصلت (حم السجدہ) کی تلاوت کی۔

۲۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک نوجوان حاضر ہو کر زنا کرنے کی اجازت مانگتا ہے۔ حضور ﷺ کسی قسم کی ناگواری کو چہرے پر لائے بغیر اُس سے سوال پوچھتے ہیں کہ کیا وہ یہ کام اپنی ماں سے کرنا چاہتا ہے؟ وہ اس کا جواب نفی میں دیتا ہے۔۔۔ پھر حضور ﷺ باری باری بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ کا نام لیکر پوچھتے ہیں کہ ان میں سے کسی سے کرنا چاہتا ہے؟ وہ ہر بار جواب نفی میں دیتا ہے۔ تب آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جس کے ساتھ بھی کرو گے وہ کسی کی ماں، بیٹی، پھوپھی یا خالہ ہوگی۔“

اس انتہائی پر حکمت انداز میں سمجھانے کے بعد آپ ﷺ اُس کے سر پر ہاتھ مبارک رکھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور آئندہ زنا سے محفوظ رہنے کی دعا مانگتے ہیں چنانچہ پھر اُس شخص نے ساری زندگی یہ کام نہ کیا۔

۳۔ فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کی بیوی ہندہ آتی ہے جو اسلام دشمنی میں پیش پیش رہی تھی، اسی کے کہنے پر حضور ﷺ کے انتہائی پیارے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ اس خاتون کے جرائم کی فہرست اتنی طویل تھی کہ اُسے کسی بھی درجے میں یہ توقع نہیں تھی کہ اُسے بھی معافی مل سکتی ہے۔ چنانچہ زندگی سے مایوسی کی کیفیت میں وہ حضور ﷺ کے پاس آئی تو اُس نے طرح طرح کی تلخ و ترش باتیں شروع کر دیں اور انتہائی سیدھے سادھے سوالوں کے جواب بھی بہت منفی انداز میں دیئے۔ حضور ﷺ بہت تحمل کے ساتھ اُس کی ساری باتوں کو سنتے رہے۔ جب اُس نے اپنے اندر کا سا رغبار نکال لیا تو آپ ﷺ نے فقط اتنا فرمایا ”ہندہ! جاؤ ہم تمہیں بھی معاف کرتے

## ماہنامہ منہاج القرآن کے سالانہ خریداران متوجہ ہوں!

مصروفیات کی بناء پر کئی احباب ماہنامہ منہاج القرآن کی سالانہ خریداری کے دوبارہ اجراء کیلئے نہ تو مرکز آسکتے ہیں اور نہ ہی آرڈر کے ذریعے اپنا زر تعاون بھجوا سکتے ہیں۔ ان احباب کی سہولت کیلئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ ماہنامہ منہاج القرآن کے جن سالانہ خریدار احباب کا زر تعاون جس مہینے ختم ہو جائے گا، اس سے اگلے ماہ ان احباب کو 250 روپے سالانہ خریداری کے عوض شمارہ VP کیا جائے گا تاکہ شمارہ سے استفادہ کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے اور انہیں بغیر تھقل کے ہر ماہ شمارہ ملتا رہے۔

امید ہے کہ آپ VP کی صورت میں ارسال کئے گئے شمارہ کو پوسٹ مین سے وصول کر کے اپنے تعاون کو جاری و بحال رکھیں گے۔ (ادارہ)

لیکن دوسری طرف لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ ان کو سننے سے زیادہ سنانے میں دلچسپی ہوتی ہے۔ چنانچہ زیادہ تر لوگ اس نیت سے نہیں سنتے کہ اگلے کی بات کو سمجھیں بلکہ وہ اس لئے سنتے ہیں کہ انہیں جواب دینا ہوتا ہے۔ بیشتر لوگ یا تو بول رہے ہوتے ہیں اور یا پھر بولنے کی تیاری کر رہے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کاموں کو کرتے ہوئے دوسرے کی بات کو بھر پور توجہ سے سنا اور اُس کو صحیح معنوں میں سمجھنا ممکن نہیں رہتا۔ دوسری طرف جب ہم روایتی اندازِ سماعت اختیار کرنے کے بجائے حقیقی سماعت کے تحت سنتے ہیں تو یہ ایک زبردست طاقتور عمل ہوتا ہے جو ہمیں دوسروں کے خیالات، جذبات اور احساسات سے حقیقی معنوں میں آشنا ہونے میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح سنا ایک طرف تو ہمیں وہ تمام ضروری معلومات (Data) فراہم کرتا ہے کہ جس کی روشنی میں ہم کسی بہتر حل تک پہنچ سکتے ہیں۔ دوسری طرف دوسرے بندے کو نفسیاتی تسکین فراہم کرتا ہے کہ اُسے بہتر طور پر سمجھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ بھی پھر دل و دماغ کی آمدگی کے ساتھ ہماری بات سننے اور سمجھنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے) ❀❀❀❀❀

ہیں۔ اتنی بات سننے کے بعد بے اختیار اُس کی زبان سے یہ جملہ نکلتا ہے ”آج سے پہلے روئے زمین پر میرے نزدیک آپ ﷺ سے بڑا کوئی شخص نہیں تھا لیکن آج کے بعد روئے زمین پر آپ ﷺ سے پیارا کوئی نہیں ہے“ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئی۔

مندرجہ بالا تینوں مثالوں میں واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے کہ حضور ﷺ پہلے مخاطب کی بات کو بھر پور توجہ سے سن رہے ہیں اور وہ جو کہنا چاہتا ہے اُسے پوری آزادی سے اور بغیر کسی مداخلت یا روک ٹوک کے کہنے دیتے ہیں۔ جب وہ اپنی بات مکمل کر لیتا ہے تو پھر آپ ﷺ اپنی بات سناتے ہیں۔ یہی کامیاب زندگی کا راز ہے۔

## دوسروں کا اعتماد کیسے حاصل کیا جائے؟

انسانی دل کی اہم ترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ کوئی اُس کو سمجھے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اُس کی عزت اور قدر کی جائے۔ لوگ اُس وقت تک اپنا راز کسی کے سامنے نہیں کھولتے جب تک انہیں حقیقی توجہ اور پیار نہ ملے۔ اگر انہیں یہ چیزیں مل جائیں تو وہ توقع سے زیادہ باتیں بتانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ہماری بات سننے یا سمجھنے کی بالکل کوشش نہیں کرتا تو ہم اُس پر کبھی اپنا راز نہیں کھولیں گے۔

## خصوصی ہدایات برائے معتکفین شہر اعتکاف 2013ء

بجاء اللہ تعالیٰ اس سال بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی سنگت میں جامع المنہاج بغداد ٹاؤن ، ٹاؤن شپ لاہور میں شہر اعتکاف آباد ہو رہا ہے۔ جسے حرمین شریفین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اعتکاف ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور یہ اعتکاف تحریک منہاج القرآن کی پہچان ہے۔ وہ ہزارہا خوش نصیب معتکفین جو اس سال اس سعادت سے فیض یاب ہوں گے ان کیلئے مرکز کی جانب سے خصوصی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ جملہ معتکفین پر ان ہدایات کی پابندی لازمی ہوگی۔ نیز تنظیمات جن معتکفین کو لے کر آئیں گی ان سے ان ہدایات پر عمل درآمد کروانا لازم ہوگا۔ جملہ تنظیمات، رفقاء و کارکنان اعتکاف کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

### 1۔ اعتکاف گاہ میں آنے سے پہلے کرنے والے کام

- ۱۔ پریشانی سے بچنے کے لئے بروقت ایڈوانس بکنگ کروالی جائے۔ بکنگ پہلے آئیے پہلے پائیے کی بنیاد پر ہوگی۔ اعتکاف گاہ میں گنجائش کے مطابق بکنگ کی جائے گی اور معتکفین کی مطلوبہ تعداد مکمل ہونے پر بکنگ بند کر دی جائے گی۔ اعتکاف کی بکنگ کیلئے مقامی تنظیم سے رابطہ کریں۔
- ۲۔ اعتکاف رجسٹریشن فیس 1500 روپے ہے۔
- ۳۔ 25 جون سے 15 جولائی تک ایڈوانس بکنگ کی جائے گی۔ ۴۔ اپنے ہمراہ ضروری سامان لے کر آئیں۔
- ۵۔ CDS، کتب، کیسٹ کی خریداری کیلئے رقم ضرور ساتھ لائیں مگر رقم اعتکاف گاہ میں موجود بینک میں جمع کروائیں۔
- ۶۔ اگر کوئی بیماری ہے تو ڈاکٹر کی رپورٹ اور مکمل ریکارڈ ساتھ رکھیں۔ ۷۔ خواتین چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لائیں۔
- ۸۔ امیر حلقہ کی ذمہ داریاں سرانجام دینے کی صلاحیت کے حامل افراد کو تیار کر کے لائیں۔
- ۹۔ مقامی تنظیم کے ذریعے قبل از وقت مرکز کو اطلاع کریں تاکہ انتظامات بہتر ہو سکیں۔
- ۱۰۔ سیکورٹی کے پیش نظر اصل قومی شناختی کارڈ ہمراہ لائیں، فونو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔

### 2۔ اعتکاف گاہ میں آتے وقت

- ۱۔ بروقت آمد (ہجوم اور پریشانی سے بچنے کیلئے 20 رمضان المبارک کی صبح ہی تشریف لے آئیں)
  - ۲۔ سیکورٹی اور انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں۔ ۳۔ ہر شخص اپنی اور اپنے سامان کی خود چیکنگ کروائے۔
  - ۴۔ اعتکاف گاہ میں داخلہ ٹوکن کے بغیر نہ ہوگا لہذا ایڈوانس بکنگ والے احباب اپنا ٹوکن ہمراہ لائیں۔
  - ۵۔ موبائل فون اور قیمتی اشیاء بنک میں جمع کروا کر رسید حاصل کریں۔
  - ۶۔ موبائل لانے سے اجتناب کریں، ضروری رابطہ کے لئے PCO کی سہولت دستیاب ہوگی۔
  - ۷۔ شہر اعتکاف میں موبائل فون کے استعمال سے معتکفین ڈسٹرب ہوتے ہیں جس سے یکسوئی متاثر ہوتی ہے نیز موبائل فون گم ہونے کی صورت میں انتظامیہ ذمہ دار نہیں ہوگی۔
- نوٹ: آپ انتظامیہ سے ہر ممکن تعاون فرمائیں تاکہ انتظامیہ آپ کو بہتر سے بہتر سہولیات فراہم کر سکے۔

### 3- دوران اعتکاف: ۱- معتکفین پر انتظامیہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون لازم ہوگا۔

- ۲- آرام کے وقت آرام ضرور کریں تاکہ اگلے دن Fresh ہو کر معمولات سرانجام دے سکیں۔
- ۳- دیگر معتکفین بالخصوص بزرگوں کا خیال رکھیں اور اعتکاف گاہ میں موجود سہولیات کیلئے بزرگوں کو ترجیح دیں۔
- ۴- مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور قرب الہی بغیر مشکلات اور صبر کے ممکن نہیں، اس لیے دس روز پیش آنے والی مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کریں۔ کیونکہ روزے سے برداشت اور صبر کا سبق ملتا ہے۔
- ۵- کسی بھی قسم کی پریشانی کی صورت میں شور شرابہ کرنے اور ماحول کو خراب کرنے کی بجائے انتظامیہ سے رابطہ کریں۔
- ۶- قرآن و حدیث کی روشنی بکھیرنا ہوا قائد محترم کا خطاب ہی حاصل اعتکاف ہے اس کو کسی قیمت پر Miss نہ کریں۔
- ۷- اعتکاف ایک ایسی سنت ہے جس میں اس کی روح کو مد نظر رکھنا لازمی امر ہے۔ لہذا اعتکاف میں تفریح کیلئے نہ آئیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے حصول اور گناہوں سے توبہ کیلئے اعتکاف کریں اور اسکے جملہ تقاضے پورے کریں۔

- ۸- ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں نیز عملی طور پر باہمی مدد خدمت و قربانی کا جذبہ لے کر اعتکاف میں آئیں۔
- ۹- جن احباب کے ساتھ خواتین بھی آئیں وہ احباب خواتین اعتکاف گاہ میں ملنے کیلئے جانے یا فون کرنے سے اجتناب کریں۔
- ۱۰- صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ کوڑا کرکٹ وضو خانہ اور باتھ روم کی جگہ نہ پھینکیں بلکہ کوڑے والے ڈرم میں پھینکیں۔
- ۱۱- کسی بھی مسئلہ کی صورت میں کنٹرول روم میں متعلقہ ذمہ داران سے رابطہ کریں۔
- ۱۲- سیکورٹی کے پیش نظر اپنے ارد گرد کے ماحول اور افراد پر کڑی نظر رکھیں۔ کسی بھی مشکوک فرد یا لاوارث سامان / شاپنگ بیگ، تھیلا وغیرہ دیکھنے کی صورت میں فوری انتظامیہ کو اطلاع کریں۔
- ۱۳- اپنے سامان کی خود حفاظت کریں۔

- ۱۴- انتظامیہ کی طرف سے جاری فیڈ بیک پرو فارم اور کوآئف فارم ضرور پر کریں۔
- ۱۵- دوسروں کیلئے آسانیاں پیدا کریں۔ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے گرد و نواح کے معتکفین کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔
- ۱۶- آپ اپنی زکوٰۃ و عطیات اور فطرانہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے کمپ پر جمع کروا سکتے ہیں۔

### 4- واپسی: ۱- واپسی کیلئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست بروقت کریں اور منتظمین کو اپنی ڈیمانڈ 26 رمضان المبارک تک فراہم کر دیں۔

- ۲- اپنا مکمل سامان ساتھ لے کر جائیں (شیخ الاسلام کے خطابات کی CDs، کتب اور کیسٹس زیادہ سے زیادہ اپنے ہمراہ لے کر جائیں)

- ۳- اپنے حلقے کی صفائی ضرور کر کے جائیں کیوں کہ عید کے فوراً بعد سکول کے ننھے منے طلباء نے تعلیم کیلئے یہاں آنا ہے۔
- مرکزی کمیٹی شہر اعتکاف 2013ء: ۱- محترم شیخ زاہد فیاض (سربراہ) ۲- محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی (نائب سربراہ)
- ۳- محترم بریگیڈیئر محمد اقبال احمد خان (سینئر ممبر) ۴- محترم سید الطاف شاہ گیلانی (نائب سربراہ)
  - ۵- محترم جی ایم ملک (نائب سربراہ) ۶- محترم خرم نواز گنڈاپور (نائب سربراہ)
  - ۷- محترم ارشاد احمد طاہر (نائب سربراہ) ۸- محترم محمد جواد حامد (سیکرٹری) ۹- محترم شہزاد رسول قادری (ڈپٹی سیکرٹری)
- منجانب: محمد جواد حامد (ناظم اجتماعات و سیکرٹری اعتکاف 2013ء)

0313/0333-4244365, 042-35163843